إِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ (95:15)

بے شک ہم آپ کو مذاق اُڑانے والوں کے مقابلے میں کافی ہیں۔

نبی ﷺ کی خانگی زندگی

حقیقت کے آئینے میں

فوائد، حکمتیں اور شبہات کا اِزالہ

فضیلۃ الاستاذ خاور رشید بٹ

انچارج شعبہ تقابل ادیان و سیرت سیکشن

ادارہ حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن، لاہور

www.KitaboSunnat.com

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ (95:15)

بے شک ہم آپ کو مذاق اُڑانے والوں کے مقابلے میں کافی ہیں۔

نبی علیہ السلام کی خانگی زندگی

حقیقت کے آئینہ میں

فوائد، حکمتیں اور شبہات کا ازالہ

تالیف:

فضیلۃ الاستاذ خاور رشید بٹ

انچارج شعبہ تقابل ادیان و سیرت سیکشن

ادارہ حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن، لاہور

نام کتاب: نبی علیہ السلام کی خانگی زندگی حقیقت کے آئینہ میں

تالیف: فضیلۃ الاستاذ خاور رشید بٹ

تعداد: پانچ ہزار

سال اشاعت: (باراول) ستمبر 2012

ناشر: ادارہ حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن، لاہور

ایڈریس: پیاری ہاؤس، 21-A، بلاک L-، عقب نیو جوبلی لائف انشورنس، گلبرگ -III، لاہور

رابطہ: 042-36109672، 0321-4115721

ای میل: info@huqooq.org, waris@huqooq.org

ویب سائٹ: www.huqooq.org

بنک: البرکۃ بنک، شادمان برانچ، لاہور

اکاؤنٹ: 0100273648015

نوٹ: فری تقسیم کے لیے ادارہ سے اجازت لے کر شائع کیا جا سکتا ہے۔

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف چند

دین اسلام کا مطلب ہی امن اور سلامتی کا دین ہے۔ جس کی بنیاد توحید باری تعالیٰ، قرآن کریم اور حضرت محمد ﷺ پر ہے۔ آج سے چودہ سو سال پہلے جب اسلام آیا تو اُس نے صرف انسان کو نماز، روزہ تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ انسانی زندگی میں ایک انقلاب بھرپا کر دیا سو ہر باطل طبقہ اور جماعت کیلئے اسلام اپنے ابتدائی دور میں ہی ایک چیلنج کی حیثیت اختیار کر گیا۔ یہود و نصاریٰ کی کھوکھلی اور بے بنیاد تہذیب اور تمدن جب اسلام کے عالمگیر انقلاب کے سامنے زیادہ دیر تک کھڑی نہ رہ سکی تو ان کے دلوں میں اسلام سے عناد، کینہ، بغض اور ان کی نفسیات، طرز عمل، طرز تحریر اور طرز تقریر میں اسلام دشمنی واضح انداز میں نظر آنے لگی بعد ازاں تاریخ کے ہر موڑ پر محسوس کی گئی اور آج تک کی جا رہی ہے۔

اسلام کے دیئے ہوئے تصور کے مطابق انبیاء ورسل، اللہ رب العزت کے خاص چنے ہوئے برگزیدہ و قابل احترام صالح انعام یافتہ لوگ ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی تعلیم کے ذریعہ لوگوں کی رشد وہدایت کے لیے مبعوث فرماتے رہے۔ لہٰذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے بندوں سے یہ تقاضا کرتے ہیں کہ نہ صرف ان ہستیوں کی عزت واحترام کریں بلکہ ان کی شان اور عظمت پر نکتہ چینی کرنے والی زبان کو جڑ سے ہی اُکھاڑ دیا جائے۔ وہ انگشت ہی نہیں بلکہ وہ ہاتھ ہی اکھاڑ دیا جائے جو انبیاء ورسل

کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔ یہ عظمت قرآن اور عظمت اسلام ہی ہے کہ چودہ صدیوں سے اس کی تعلیمات جوں کی توں اپنی اصل حالت میں محفوظ ہیں اور دفاع انبیاء ورسل کی یہ تعلیم صرف اسلام ہی نہیں بلکہ ہر مذہب اس کا پرچار کرتا رہا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے باغی یہود و نصاریٰ جنہوں نے انبیاء و رسل پر طعن کرنا اپنا شعار سمجھ رکھا ہے ان کی کتابوں میں باوجود تحریف کے آج بھی یہ احکامات ملتے ہیں کہ نہ صرف خدا تعالیٰ' الہامی کتب، انبیاء ورسل کی توہین کی سزا بلکہ قاضی، کاہن، والدین' بنی اسرائیل، سبت کا دن، خدا کی عید اور روح القدس کی توہین کی سزاؤں کی ایک لمبی چوڑی فہرست موجود ہے اور بائبل کی تعلیمات کے مطابق ایسا قانون ضروری ہے کہ جس کی موجودگی میں انسانی معاشرہ کا امن وامان برباد نہ ہو اور بھائی چارہ کی فضا قائم رہے۔

ایک بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ کہ یہود و نصاریٰ کی زہر آلود سازشیں صرف اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف ہی نہیں بلکہ ان سازشوں کے تیر سے وہ انبیاء ورسل بھی نہ بچ سکے جن کو وہ اپنا خیال کرتے ہیں۔ بائبل کا عہد نامہ جدید ہو یا عہد نامہ قدیم ان انبیاء ورسل کے بارے میں گھناؤنے، شرمناک اور غیر اخلاقی واقعات منسوب کرتے ہیں کہ جن کو ایک مسلمان کے لیے بیان کرنا بھی باعث شرم ہے۔

یہود و نصاریٰ کو یہ بات اچھی طرح ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اسلام کی فطرت ہے کہ اسے جتنا دبایا جائے یہ ابھرے گا اور جتنا مٹانے کی کوشش ہوگی یہ پھیلے گا، نائن الیون کا واقعہ ہمارے لیے شاہد عدل ہے۔ یہ سمجھتے ہیں بموں اور میزائلوں سے مسلمان ختم ہو جاتے ہیں، ختم نہیں بلکہ جی اٹھتے ہیں۔

یاد رکھیں جب گھر کا محافظ اور چوکیدار بیدار ہو جاتا ہے تو چور اور لٹیروں کو بھاگنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا۔ محترم حامد کمال الدین نے کیا خوب کہا:

نبی ﷺ پر ایمان لانا تمہاری اپنی مرضی اور اس پر کوئی زبردستی نہیں مگر نبی اکرم

ﷺ کی بابت تمہارا زبان سنبھال کر بات کرنا اس دنیا میں ہمارے جینے کی شرط ہے، اور اپنے جینے کی شرط پوری کرنا اس دھرتی پر پائی جانے والی ہر مخلوق کا حق ہے۔ تنگ آمد بجنگ آمد۔" (یہ گرد نہیں بیٹھے گی۔ صفحہ ۲۸)

رسالت مآب ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی پر مبنی حالیہ دنوں میں منظر عام پر آنے والی فلم اصل میں یہود و نصاریٰ کے گندے ذہن اور گھٹیا سوچ کی عکاسی کر رہی ہے۔ اس سے قبل خاکے اور کارٹون بنا کر بھڑاس نکالی گئی، جبکہ اب متحرک تصاویر کے روپ میں ایسے الزامات لگائے گئے جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

یہ فلم سراسر شرارت اور دل آزاری پر مبنی ہے اس میں کوئی حقیقی بات بیان نہیں ہوئی یہ چبائے ہوئے الفاظ کی متحرک تصاویر ہیں جو ان سے قبل دشمنان اسلام اپنی کتابوں میں لکھ چکے ہیں۔ اس میں بنیادی طور پر دو باتوں کو اچھالا گیا ہے:

۱۔ رسول اکرم ﷺ کی خانگی زندگی،

اسی کے تحت ام المؤمنین صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا کے نکاح پر تیر چلایا گیا۔

۲۔ آپ ﷺ کی تعلیم کا مقصد دنیا میں امن و امان کو خراب کرنا اور دہشت پھیلانا ہے۔

نائن الیون کے بعد جہاد اور پیغمبر اسلام ﷺ کے تشدد پسند ہونے کے حوالے سے کافی کچھ لکھا جا چکا ہے، جس کی حقیقت جان کر کئی غیر مسلموں کو اللہ تعالی نے اسلام کی دولت سے مالا مال کیا۔ سو اس موضوع کو شائع کرنے کی ضرورت نہیں جبکہ پہلی بات نئے انداز سے سامنے لائی گئی ہے اس کے حوالے سے مسلمانوں کی ذہن سازی کرنے اور غیر مسلموں کے لیے حقیقت کو آشکارا کرنے کی ضرورت ہے۔ ادارہ حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن نے سیرت رسول ﷺ سیکشن کا آغاز کیا تھا، جس میں فضیلۃ الاستاذ خاور رشید بٹ حفظہ اللہ تعالی کی خدمات حاصل کی گئیں، جو کہ کہنہ مشق

مدرس ہونے کے ساتھ قادیانیت اور عیسائیت کے تقابلی مطالعہ میں ید طولی رکھتے ہیں نیز میدان مناظرہ کے بھی شہسوار ہیں۔انہوں نے میری خواہش پر ادارہ کے تحت ایک کتاب مرتب کی جس میں سید المرسلین ﷺ فداہ ابی وامی وروحی کی سیرت وکردار اور تعلیم پر اٹھنے والے شکوک وشبہات کا پردہ چاک کیا گیا۔اس کے ایک باب میں امام الانبیاء ﷺ کی خانگی زندگی اور تعداد ازدواج پر گفتگو کی گئی جسے موجودہ حالات کے تناظر میں پیش کیا جارہا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالی سے دعا گو ہوں کہ اس تحریر کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر مدافعین اسلام کی فہرست میں مرتب اور جملہ معاونین کو شامل کرلے نیز مسلمانوں کا شعور بیدار کرے اور غیر مسلموں کی راہنمائی کا ذریعہ بنادے۔

آمین یارب العالمین

عبدالوارث گل (سابقہ وارث مسیح) جنرل سیکرٹری
ادارہ حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن لاہور
فون:0321-4115721

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نبی علیہ السلام کی خانگی زندگی حقیقت کے آئینہ میں

انبیاء علیہم السلام چونکہ غیر معمولی شخصیت کے حامل ہوتے ہیں اور بعض کام ان کے ہاتھوں عادت سے ہٹ کر ہوتے ہیں، جنہیں معجزہ کہا جاتا ہے، لہٰذا ان پر ذمہ داریاں بھی معمول سے ہٹ کر ہوتی ہیں۔ کچھ احکام اور دائرہ کار میں وسعتیں بھی اسی علاقہ سے ہیں۔ رُکیے! مگر وہ بھی خالی از حکمت نہیں ہوتیں۔ بلکہ ایسے مستثنیٰ امور (Exceptional Matters) انبیاء علیہم السلام کے نصب العین کی تکمیل میں مُمد ہوتے ہیں۔

ناممکن کی حد تک کٹھن مراحل سے آدمی جب گزرتا ہے تو نتیجتاً انعامات بھی بسا اوقات ان کے ساتھ خاص ہوتے ہیں۔ جدّ الانبیاء ابراہیم علیہ السلام کی مثال سامنے ہے، باقی انعامات سے صرفِ نظر، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی نسل سے ہونا، کیا کم انعام ہے؟

تعداد ازواج اور انبیاء سابقین:

انبیاء علیہم السلام کی ایک سے زائد بیویاں بھی اسی مسئلہ سے نسبت رکھتیں ہیں۔ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ کئی ایک انبیاء علیہم السلام کی بیویوں کی تعداد کی تفصیل ہم بائبل کی رو سے دیکھتے ہیں:

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں۔ [1]

....

[1] پیدائش ۱۶:۳، ۱۸:۱۵، ۲۵:۱۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی بے تعداد بیویوں کا جواز تھا۔[1]

☆ حضرت داوٗد علیہ السلام کی نو (9) بیویاں تھیں۔[2]

حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو (۷۰۰) بیگمات تھیں۔[3]

صُلب اسماعیل علیہ السلام سے پیدا ہونے والے پہلے اور آخری نبی پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ان پر ایسا بار ڈالا گیا جو پہلے کسی نبی پر نہ تھا، رحمۃ للعالمین کے مخاطبین و مدعوین دنیا کے تمام لوگ تھے، انہوں نے احکام خداوندی کا عملی نمونہ دکھانا تھا کہ جو ساری نسل انسانی کے لیے راہنما ہو۔سو کچھ معاملات آپ کے ساتھ خاص تھے۔انہی امور میں سے زیر بحث ''کثرت زواج'' بھی ہے۔

عام مسلمان کے لیے بیک وقت زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھنا مشروع (Permissible) ہے۔اور وہ بھی انصاف کرنے کی شرط کے ساتھ جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ اختیار میں وسعت تھی۔ارشاد ربانی ہے:

''اے نبی! ہم نے تمہارے لیے حلال کر دی ہیں تمہاری وہ بیویاں، جن کے مہر تم نے ادا کیے ہیں، اور وہ عورتیں بھی جو اللہ کی عطا کردہ لونڈیوں میں سے تمہاری ملکیت میں آئیں، اور تمہاری وہ چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بہنیں جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی، اور وہ مومن عورت جس نے اپنے آپ کو نبی کے لیے ہبہ کیا ہو۔اگر نبی اسے نکاح میں لینا چاہے۔یہ رعایت خالصتاً تمہارے لیے ہے، دوسرے مومنین کے لیے نہیں۔ہمیں علم ہے جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے حوالہ سے فرض کیا ہے۔

....

① استثناء، ۲۱:۱۰۔۱۴۔

② تفصیل کے لیے ''رحمۃ للعالمین'' از قاضی محمد سلیمان منصور پوری کا صفحہ 118 دیکھئے۔

③ ا۔سلاطین ۱۱:۳۔

تا کہ تم پر کوئی تنگی نہ رہے۔ اور اللہ غفور و رحیم ہے۔ تم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ اپنی بیویوں میں سے جسے چاہو الگ رکھو، اور جسے چاہو ساتھ رکھو، اور جسے چاہو الگ رکھنے کے بعد پاس بلالو۔ اس میں تم پر کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ اس سے زیادہ متوقع ہے کہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں۔ اور جو کچھ بھی تم اُن کو دو گے، اس پر وہ راضی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے مافی الضمیر کو جانتا ہے اور وہ خوب جاننے والا بردبار ہے۔"[1]

اس کے بعد ایسا وقت بھی آیا کہ آنحضرت ﷺ کو مزید نکاح سے روک دیا گیا۔ اس کے ساتھ ایک بیوی کی جگہ دوسری لے آنا بھی ممنوع قرار پایا۔ جبکہ عام مسلمان کو چار کی حد میں رہتے ہوئے ایسی کسی پابندی کا سامنا نہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

"اس کے بعد تمہارے لیے دوسری عورتیں حلال نہیں ہیں، اور نہ اس کی اجازت ہے کہ ان کی جگہ اور بیویاں لے آؤ خواہ ان کا حسن تمہیں کتنا ہی پسند ہو، البتہ لونڈیوں کی تمہیں اجازت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے۔"[2]

اسی خاص اجازت الٰہی کے سبب آپ کی زوجیت میں چار سے زائد خواتین کو آنے کا شرف حاصل ہوا۔ دین اسلام چونکہ شعبہ ہائے زندگی میں راہنمائی کرتا ہے۔ لہٰذا ضرورت تھی کہ خانگی معاملات میں راہنمائی کے لیے پیغمبر کی اندرون خانہ زندگی بھی نقل کی جائے۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

---

① الاحزاب ۳۳: ۵۰۔۵۱۔

① الاحزاب ۳۳:۵۲۔

”ہر انسان کی زندگی کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ کسی کی عملی زندگی کا اندازہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان دونوں رخوں کو بے نقاب کیا جائے، ورنہ اس کے متعلق کسی صحیح نتیجے تک پہنچنے کی امید امر لا حاصل ہوا کرتا ہے۔ وہ دو پہلو یہ ہیں:

بیرونی زندگی، یہ زندگی کا وہ حصہ ہے جو انسان لوگوں کے سامنے بسر کرتا ہے۔ اس حصے کے متعلق ہر انسان کے تفصیلی حالات معلوم کرنے کے لیے بکثرت شواہد دستیاب ہو سکتے ہیں۔

دوسرا انسانی زندگی کا وہ پہلو ہے جسے خانگی زندگی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ حیاتِ انسانی کا وہ حصہ ہے، جس سے ایک انسان کی اخلاقی حالت کا صحیح پتہ چل سکتا ہے۔ ہر فرد چار دیواری کے حالات، خانہ داری کے نشیب و فراز، خانگی تعلقات اور دیگر راز و نیاز کی باتوں کو پردہ راز میں رکھنا چاہتا ہے، کس وجہ سے؟ اسلئے کہ وہ انسانی کمزوریوں کا نقشہ پیش کرنے سے خائف ہے اور اس کی زندگی کا یہ پہلو افراط و تفریط کا ایک کمزور مجموعہ ہوا کرتا ہے۔ پس ایسی صورت میں دنیا کے ہر انسان کی صحیح زندگی کا اندازہ کرنے کے لیے جو سب سے بہتر کسوٹی ہو سکتی ہے وہ یہی ہے کہ اس کے خانگی حالات بھی دنیا کے سامنے اسی آب و تاب کے ساتھ پیش ہو سکیں جس طرح اس کی عام زندگی عوام کے روبرو موجود ہو۔

بس یہی وجوہ تھیں کہ دنیا کے انسان کامل اللہ کے برگزیدہ رسول ﷺ نبیوں کے سردار کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ بہ تمام و کمال دنیا کے روبرو پیش کیا گیا، آپ ﷺ کی عام اور خانگی زندگی دنیا کو معلوم ہو جائے تا کہ عاشقان حق کے قلوب پر آپ کی عظمت و صداقت کا سکہ جم جائے۔ عاشقین صادق اپنی زندگی کے لمحوں کو اس الٰہی سانچے میں ڈھال سکیں اور آنے والی نسلیں آپ ﷺ کی عملی زندگی کو اپنا دستور العمل بنا سکیں چنانچہ آپ ﷺ کی زندگی کے حالات من و عن اس زبردست تحقیق و صحت کے ساتھ

دنیا کے سامنے آئے کہ جس کی نظیر دنیا کا کوئی مذہب کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔
انبیائے سابقین میں سے بھی کسی کی زندگی کے حالات اس تفصیل و تدقیق کے ساتھ دنیا کے سامنے نہیں آئے کہ انسانی زندگی کی ہر الجھن اور شعبۂ حیات کے ہر مسئلہ میں ان سے سبق حاصل کر سکے۔

یہ صرف پیغمبر آخر الزماں علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ ہی تھا۔ جس نے مسلمانوں کو ہر انسانی فلسفہ سے مستغنی بنا دیا، آنحضرت کی بیرونی اور خانگی زندگی کے عمل کو سرانجام دینے کے لئے خداوند قدوس نے خاص خاص وسائل اور اسباب مہیا کر دیئے، چنانچہ ایسی دو جماعتیں پیدا ہوئیں جنہوں نے اس ضروری امر اور فرض کو ایسی خوش اسلوبی اور احتیاط کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچایا کہ دنیا کے دانشور دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ پہلی جماعت صحابۂ کرامؓ کی تھی اور دوسری حضرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی۔

مزید فرماتے ہیں:

”حضرات صحابۂ کرامؓ کی مقدس جماعت نے صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیرونی زندگی کو بالتفصیل دنیا کے سامنے پیش کیا، لیکن خانگی حالات کا ضروری حصہ دنیا کے روبرو پیش ہونا باقی رہ گیا تھا۔ جس کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ادھوری اور نامکمل رہنے کا اندیشہ تھا اور معترضین کے لیے اعتراضات کی گنجائش باقی رہتی۔ اس کام کے لیے ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو تنہائی کے اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیق ہوتی، جو راتوں کی تاریکیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیتی۔ چنانچہ ازواج مطہراتؓ نے اس سلسلہ میں وہ خدمات انجام دیں جو خداوند کریم کو اپنے محبوب پاک کے اس شعبۂ زندگی کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے مناسب معلوم ہوئیں۔ اس مبارک جماعت کی بدولت سیرت نبوی کا وہ مخفی اور ضروری ذخیرہ دستیاب ہوا جس

نے آپ ﷺ کی عظمت اور صداقت پر چار چاند لگا دیئے اور حقیقت میں تعدّد ازواج کے لئے سب سے بڑا موجب یہی ضرورت تھی۔ کس کو کیا معلوم ہوتا کہ اللہ کے سچے مرسل اور توحید کے علمبردارؑ، اوقاتِ تنہائی کن مشاغل میں گزارتے ہیں، خلوت کی گھڑیاں کن کاموں میں بسر ہوتی ہیں''۔ ①

پیغمبر اسلام ﷺ اور ازواج مطہرات:

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی تعداد، کتب سیرت میں گیارہ تک ملتی ہے، جن میں سے صرف ایک بیوی کنواری تھیں، جبکہ بقیہ بیوہ تھیں یا مطلقہ۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی پہلی شادی پچیس سال کی عمر میں ہوئی جبکہ بیوی (خدیجہ رضی اللہ عنہا) چالیس برس کی بیوہ خاتون تھیں۔ ان کی وفات تک آنحضرت ﷺ نے مزید کوئی شادی نہیں کی۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی زوجیت میں پچیس برس رہیں اور ان کی وفات پر آپ ﷺ کی عمر مبارک پچاس برس ہو چکی تھی۔

عرب میں آپ ﷺ کی شخصیت مسلّم تھی۔ ہر اچھی صفت، اپنے اس موصوف سے بخوبی واقف تھی۔ آپ ﷺ چاہتے تو حسین سے حسین عورت نکاح میں آسکتی تھی مگر آپ نے اپنی جوانی کا تمام حصہ ایک بیوہ اور اپنے سے بڑی عمر والی خاتون کے ساتھ بتا دیا۔ بلکہ آپ ﷺ نے تو اس سلسلے کی پیش کش بھی قبول نہ کی۔

گویا عنفوان شباب اور جوش جوانی کا زمانہ کمال تقویٰ اور نہایت ورع کے ساتھ گزارا اور دوسری ربع صدی ایک معمّر خاتون کے ساتھ بسر کی اور زوجین کے مابین ایسی دل بستگی و محبت تھی کہ ان کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ نے ہمیشہ ان کی یاد کو

① کثرت ازواج لصاحب المعراج صفحہ 5/3 طبع دہلی بحوالہ ششماہی مجلّہ السیرۃ عالمی جلد (۷) صفحہ ۳۷۸، ۳۷۹۔

تازہ رکھا۔

رسوائے زمانہ آریہ سماج لیڈر ''راج پال''، جس نے پیغمبر اسلام ﷺ سے عصبیت اور جنون نوازی کے اظہار کے لیے بدنام زمانہ کتاب شائع کی، جس میں زہر افشانیوں اور فتنہ انگیزیوں کے باوجود حضور ﷺ کی عائلی زندگی کے بارے میں اس اعتراف سے اپنے آپ کو باز نہ رکھ سکا:

''محمد ﷺ کا پہلا نکاح پچیس سال کی عمر میں ہوا۔ یہاں تو آریہ سماجیوں کو ماننا پڑے گا کہ محمد ﷺ نے شاستر کے مطابق زندگی کا پہلا حصہ مجرد رہ کر گزارا۔ وہ برہم چاری تھے۔ اوران کا حق تھا کہ شادی کریں۔ معیار خانہ داری کے پچیس برس وہ ایک ہی بیوی پر قانع رہے۔ اور وہ بھی دو خاوندوں کی بیوہ جو نکاح کے وقت چالیس برس اور انتقال کے وقت پینسٹھ برس کی تھیں۔ اس بوڑھی عورت سے اک جوان مرد نے نباہ کی، یہ بات محمد ﷺ کی پاکیزہ زندگی پر دلالت کرتی ہے''۔ ①

آنحضرت ﷺ نے بقیہ شادیاں پچپن سے انسٹھ برس کی عمر کے درمیان کیں۔ آنحضرت ﷺ پر تعدداز دواج (Polygamy) کے اعتراض کو سامنے رکھتے ہوئے ہم ان کے اسلوب حیات اور شادیوں کا تجزیہ کرتے ہیں:

نمبر شمار	اسماء امہات المومنین	عمر بوقت شادی	کیفیت
1	خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا	40	دو دفعہ بیوہ شدہ
2	سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا	50	بیوہ
3	عائشہ بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا	9	کنواری

① بحوالہ ششماہی السیرۃ عالمی، شمارہ نمبر ۷۔ مئی ۲۰۰۲ء۔ صفحہ ۳۷۳۔

4	حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا	22	بیوہ
5	زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	30	بیوہ
6	امّ مسلمہ بنت ابوامیہ رضی اللہ عنہا	26	بیوہ
7	زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	38	مطلقہ
8	جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا	20	بیوہ
9	ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا	36	بیوہ
10	صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا	17	بیوہ
11	میمونہ بنت حُریث رضی اللہ عنہا	36	بیوہ

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوہ یا مطلقہ زوجاتِ مطہرات کی شرح فی صد 91 ہے۔اس اٹل اور کھلی حقیقت کے باوجود بھی معترض شخص، ظَالِمٌ لِنَفْسِہٖ ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ یا اس کے ضمیر پر تعصب کے دبیز پردے چڑھے ہوئے ہیں۔میرے خیال میں اس فیصد (Percentage) کے ہوتے ہوئے اعتراض کرنا تو در کنار، اعتراض کا جواب دینا ہی مناسب معلوم نہیں ہو رہا۔

اسلام کے تصورِ تعدّد ازدواج کے فوائد کے پیشِ نظر، یہ لوگ اسے کب کے تسلیم کر چکے ہوتے۔مگر اسلام اور پیغمبر اسلام کی کی ہوئی مخالفت، اور ان سے عناد آڑے آتا ہے۔حالانکہ وہ کچھ نظر گریبان میں کرتے تو بات واضح ہوئے بغیر نہ رہتی۔

تعدادازواج پر غیر مسلم کا تبصرہ:

(The History of Human Marriage) کے مصنف ایڈورڈ ویسٹر

مارک(Edward Westermark) لکھتے ہیں:

''اگر اس بات کو مان بھی لیا جائے کہ یونان و روم میں ''ایک وقت میں ایک ہی بیوی'' شادی کا واحد قانونی طریقہ تھا، پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ عیسائیوں نے اسے یورپ میں متعارف کرایا۔ بے شک اگر چہ عہد نامہ جدید، ''ایک بیوی'' کو شادی کا عام اور مقبول طریقہ قرار دیتا ہے۔اس کے باوجود بھی وہ کثرت ازدواج کو قطعی طور پر حرام یا ممنوع نہیں قرار دیتا۔سوائے پادریوں یا کلیسا کے خدمت گاروں کے لیے۔

اس ضمن میں یہ دلیل دی گئی ہے کہ ابتدائی دور میں عیسائیت کے مبلغوں کو کثرت ازدواج کے خلاف کچھ کہنے کی ضرورت اس لیے نہ محسوس ہوئی کہ جن لوگوں کے درمیان وہ تبلیغ کر رہے تھے، وہ سب ہی ''ایک بیوی'' کے قائل تھے۔لیکن یہ دلیل بالکل بھی صحیح نہیں کیونکہ تبلیغ عیسائیت کے ابتدائی زمانے میں لاکھوں یہودی اور بت پرست ایسے تھے جو نہ صرف کثرت ازدواج کی اجازت دیتے تھے بلکہ خود بھی اس پر عمل پیرا تھے۔

بعض عیسائی پادری، یہودی ربیّوں کو عیاشی کا الزام اور طعنہ دیتے ہیں لیکن حیرت کی بات ہے کہ عیسائیت کے ابتدائی زمانے، بلکہ اس وقت بھی جب اقتدار عیسائیوں کے پاس آ چکا تھا کلیسیا کی کسی بھی کونسل نے کبھی ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی مذمت کی اور نہ ہی کبھی ان کے بادشاہوں نے اپنے ممالک میں اس عمل کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کیں......اس زمانے میں ہمیں کثرت ازدواج کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔چھٹی صدی کے وسط میں آئر لینڈ کے بادشاہ ڈیارمیٹ(Diarmait) کی دو عدد بیویاں اور دو ہی عدد داشتائیں تھیں۔اس زمانے کے بادشاہ کثرت ازدواج پر عام طور پر عمل پیرا تھے۔ چارلس دی گریٹ (Charless the Great) کی دو بیویاں اور کئی بے نکاحی بیویاں (داشتائیں) تھیں۔اس کے قوانین سے پتہ چلتا ہے کہ مقدس پادری بھی اس

عمل سے مبرا نہ تھے۔ وہ بھی کئی کئی بیویاں رکھتے تھے۔ بعد کے دور میں ہیز کے فلپس (Phillip of Hesse) اور فریڈرک ولیم تھری نے لوتھر کے کلیسیا (Luthererian Clergy) کی اجازت سے دو بیویوں کی ایک ساتھ ایک مرد سے شادی کی اجازت دے دی۔ لوتھر نے بذاتِ خود فریڈرک کو ایک ساتھ دو عورتوں سے شادی کی اجازت دی...... بہت سے مواقع پر لوتھر، کثرت ازدواج پر بڑے تحمل اور نرمی سے بات کرتا ہے۔

خدا کی طرف سے کثرت ازدواج پر کوئی ممانعت نہیں۔ یہاں تک کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جنہیں ایک مکمل کرسچین (Perfect Christian) کا نام دیا جاتا ہے ___ کی دو بیویاں تھیں (تین تھیں، خاور)۔ یہ صحیح ہے کہ خداتعالیٰ نے عہد نامہ عتیق کی چند شخصیات کو مخصوص حالات کے مطابق ایسی شادیوں کی اجازت دی۔ لیکن اگر ایک عیسائی ان کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہو تو اسے ثابت کرنا پڑے گا کہ وہ بھی انہی مخصوص حالات سے گزر رہا ہے، جن سے یہ شخصیات گزری تھیں۔ لیکن اسے یہ بھی یاد رکھنا پڑے گا کہ دوسری شادی طلاق سے بہر حال بہتر ہے۔

1950ء میں ویسٹ فالیہ (West Phalia) کی صلح کے فوری بعد جب تیس سالہ جنگ نے ملک کی آبادی کو خطرناک حد تک کم کر دیا تھا۔ فرانسیسی کلیسیا (Frenkish Kreistag) نے نیورمبرگ کے مقام پر ایک قرارداد منظور کی تھی کہ اس کے بعد ہر شخص کو دو بیویاں رکھنے کی اجازت دی جائے۔ عیسائیوں کے بعض فرقے اب بھی بہت سرگرمی سے کثرت ازدواج کی وکالت کرتے ہیں۔

۱۵۳۱ء میں اینابپٹسٹ (Ana Baptist) نے مسٹر (Muster) کے مقام پر کھلم کھلا تبلیغ کی کہ وہ جو سچا عیسائی بننا چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ وہ کئی بیویاں رکھے۔ عیسائیوں کا مشہور فرقہ مارمن (Mormon) جیسا کہ ساری دنیا جانتی ہے کہ کثرتِ

ازدواج کو خدائی عطیہ سمجھتے ہیں''۔ ①

تاریخ اسلام کے قاری کے پیش نظر، یہ بات رہنی چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کی اولین ترجیح ''دعوتِ دین الٰہی'' ہوتی ہے۔ اور ان کے تمام امور بالواسطہ یا بلاواسطہ دعوت دین سے ہی علاقہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی یہ حکمت کارفرما نظر آتی ہے۔ کیونکہ یہ دور (۲ھ سے ۶ھ) دعوت کے اوجِ ثریا تک پہنچنے کا دور ہے۔ اور اسی میں بقیہ شادیاں طے پائیں۔

انہی پانچ، چھ برس میں بقیہ شادیاں انجام پذیر ہونے کے پیش نظر، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منفی جذبات رکھنے والا بھی اعتراض کرنے کے لیے ہزار بار سوچے گا۔ کیوں؟ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنفوان شباب تو ایک معمّر خاتون کے ساتھ بسر کر دیا۔ جبکہ بعد والے دور میں آپ کی ذمہ داریاں اتنی بڑھ چکی تھیں کہ ان شادیوں کا مقصد نفسانی خواہش کی تکمیل نہیں ہوسکتا۔ لامحالہ یہ الٰہی منصوبہ کی تکمیل کا حصہ تھا۔

اللہ کے پیغامبروں کے ہر ہر کام میں فوائد و مصالح ہوتے ہیں تو پیغمبرِ اسلام کا یہ معاملہ کیونکر ان سے خالی ہوسکتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام خانہ آبادیوں کی بنیاد فوائد کثیرہ دین اور صالح جمیلہ مُلک اور مقاصد حسنہ قوم پر قائم ہے اور ان فوائد و مصالح و مقاصد کا اس قدیم ترین زمانہ اور عرب جیسے جمود پسند ملک میں حاصل ہونا تزویج کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔

علاّمہ محمد علی صابونی نے اپنی کتاب ''شبہات و اباطیل حول تعدد زوجات الرسول'' ② میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کے مقاصد پر بڑی اچھی بحث

....

① دی ہسٹری آف ہیومن میرج ص ۴۲۔۴۳، جلد ۳، میکملن اینڈ کمپنی لمیٹڈ ۱۹۲۵۔

② استاذ كلية الشرعية الدراسات الاسلامية مكة المكرمة۔
اس کتاب کا اردو ترجمہ ''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت بھری شادیاں'' کے نام سے کراچی کے عالم دین محمد یوسف نعیم صاحب نے کیا اور شائع بھی خود ہی کیا۔ وللہ الحمد۔

کی ہے۔

انہوں نے ان گنت مقاصد کی یہ تقسیم کی ہے: تعلیمی مقاصد، تشریعی مقاصد، اجتماعی مقاصد اور سیاسی مقاصد۔

تعلیمی مقاصد:

انسانی زندگی کے بے شمار مسائل ایسے ہیں جن کا تعلق خصوصی طور پر عورتوں کے ساتھ ہے۔ اسلام ان نسوانی مسائل کے متعلق بھی تفصیلی راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ کیونکہ صنف لطیف نصف امت ہے اور اسلام نصف امت کے مسائل کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ جن مسائل کا تعلق عورتوں کی نسوانی زندگی کے ساتھ ہے ان کے متعلق کوئی عورت کسی غیر محرم مرد کے ساتھ گفتگو کرنے سے شرماتی ہے۔ گو اہل مغرب ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں شرم وحیا کی انسانی اقدار معاشرے سے رخصت ہو گئی ہیں۔ لیکن ان کی یہ ترقی انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی فطرت میں حیا کا مادہ رکھا ہے اور جو چیزیں انسان کو حیوان سے ممتاز کرتی ہیں، ان میں شرم وحیا کی صفت بہت اہم ہے۔

عورتوں کے مسائل سمجھانے اور ان پر عمل کر کے دکھانے کے لیے آپ ﷺ کو ایسی خواتین کی ضرورت تھی جو انتہائی پاک باز، ذہین، فطین، دیانت دار اور متقی ہوتیں اور فریضہ رسالت کی تبلیغ کے لیے مخلص کارکنوں کی حیثیت سے کام کر سکتیں، ایسی عورتیں جو حضور ﷺ کی گھریلو زندگی کی تفصیلات کو محفوظ کرتیں۔ انہیں امانت اور دیانت کے ساتھ امت کی عورتوں تک پہنچاتیں۔ ملت کی عورتیں اپنے جن مسائل کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرنے سے شرماتی تھیں۔ ان عورتوں سے وہ مسائل سنتیں۔ ان مسائل کو حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتیں۔ حضور ﷺ اس مسئلے کا

جو حل بتاتے اسے عورتوں تک پہنچاتیں۔ ان کاموں کے لیے حضور ﷺ کو ایسی خواتین کی ضرورت تھی جو مذہب یا معاشرے کی طرف سے کسی قدغن کے بغیر کاشانہ اقدس میں آپ کے ساتھ رہ سکتیں۔ یہ کام صرف وہی خواتین کر سکتی تھیں جو حضور ﷺ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتیں۔

ہجرت کے بعد مسلمانوں کی تعداد میں بہت تیزی سے اضافہ ہونا شروع ہو گیا تھا اور بہت جلد ان نفوس قدسیہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی جن کی تعلیم کا فریضہ حضور ﷺ کو انجام دینا تھا۔ صرف ایک بیوی سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ ان گوناگوں ذمہ داریوں سے تنہا عہدہ برآ ہو سکے۔

جب اس حقیقت کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ بات سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے کہ حضور ﷺ جب اپنے امتیوں کو باکرہ عورتوں کے ساتھ شادی کرنے کی ترغیب دیتے تھے تو آپ ﷺ نے خود اس پر عمل کیوں نہ کیا۔ حضور ﷺ نے جن مقاصد کے تحت شادیاں کی تھیں ان مقاصد کے لئے آپ کو تجربہ کار اور جہاں دیدہ خواتین کی ضرورت تھی اور آپ ﷺ نے ان ہی خواتین کا انتخاب فرمایا جو اس مقصد کے لئے معاون ثابت ہو سکتی تھیں۔ آپ نے ایک کے سوا تمام بیوہ خواتین کو اپنی زوجیت میں لیا۔ یہ خواتین بیوہ تو تھیں لیکن ذہانت، فطانت اور دیانت داری میں اپنی مثال آپ تھیں۔ حضور ﷺ نے جس ایک باکرہ خاتون کو شرف زوجیت بخشا وہ بھی اپنی صغرسنی کے باوجود مذکورہ بالا صفات میں کسی جہاں دیدہ خاتون سے کم نہ تھیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مذکورہ بالا مقاصد کو جس حسن وخوبی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پورا کیا وہ انہی کا حصہ ہے۔

عورتوں کی مخصوص باتیں، مثلاً حیض، نفاس، جنابت اور زوجیت کے مسائل ایسے تھے جو نہ تو عورتیں کھل کر حضور ﷺ کے سامنے پیش کر سکتی تھیں اور نہ ہی حضور ﷺ

کھل کر ان کا جواب دے سکتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شرم و حیا حضور ﷺ کی صفات میں سے ایک اہم ترین صفت ہے۔

حدیث کی کتابوں میں بتایا گیا ہے کہ حضور ﷺ اتنے حیادار تھے جتنی حیادار، دلہن اپنے حجلہ عروسی میں ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کی تبلیغی زندگی میں بعض ایسی مثالیں موجود ہیں کہ کسی خاتون نے کوئی مسئلہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اشارے اور کنائے کے ذریعے اس مسئلے کا جواب سائلہ کو سمجھانا چاہا لیکن وہ اس مسئلے کو نہ سمجھ سکی۔ ہم یہاں اس قسم کی ایک مثال پیش کرتے ہیں تاکہ یہ بات سمجھنے میں آسانی ہو کہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات نے کس طرح امت کی خواتین کو دین کے مسائل سمجھانے میں اہم کردار ادا کیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک انصاری عورت نے حضور ﷺ سے غسل حیض کے متعلق سوال کیا۔ حضور ﷺ نے اسے غسل حیض کا طریقہ سمجھایا اور پھر فرمایا: ایک خوشبودار روئی کا گالا لو اور اس کے ذریعے طہارت حاصل کرو۔ اس عورت نے عرض کیا: روئی کے گالے کے ذریعے کیسے طہارت حاصل کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: اس کے ساتھ طہارت حاصل کرو۔ اس نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں اس کے ذریعے کیسے طہارت حاصل کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! اس کے ساتھ طہارت حاصل کرو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے یہ صورت حال دیکھی تو اس عورت کو ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور اسے بتایا کہ اس روئی کے گالے کو فلاں مقام پر رکھو اور اس کے ذریعے خون کا اثر ختم کرو۔ فرماتی ہیں: میں نے اس عورت کو تفصیل سے سمجھایا کہ روئی کے گالے کو کس مقام پر رکھنا ہے۔ [1]

قارئین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مسئلہ طہارت کا تھا جو اسلام کی اکثر عبادات

[1] "شبہات و اباطیل حول زوجات الرسول" ص ۱۵۔

کے لئے شرط ہے۔اس عورت کے لئے اس کے سوا چارۂ کار نہ تھا کہ وہ اس مسئلے کے متعلق حضور ﷺ سے استفسار کرے۔لیکن حضور ﷺ حیا کی وجہ سے اس غیر محرم عورت کے سامنے اس مسئلے کو تفصیل کے ساتھ بیان نہیں کر سکتے تھے۔اس صورت حال میں ایک ایسی خاتون کی ضرورت تھی جو حضور ﷺ کی محرم ہو اور اس مسئلے کی تفصیلات کو حضور ﷺ سے سیکھ کر اس عورت کو سمجھا سکے۔یہی کام اس موقعہ پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سرانجام دیا اور باقی امہات المومنین نے بھی اسی انداز میں تعلیمِ امت کے فریضہ کی ادائیگی میں اپنا کردار ادا کیا۔

مسلمان عورتوں کا معمول یہ تھا کہ جب ان کو اس قسم کا کوئی مسئلہ پیش آتا تو وہ امہات المومنین میں سے کسی کی خدمت میں حاضر ہوتیں اور اپنا مسئلہ عرض کرتیں۔ان کو اگر اس مسئلے کا حل پہلے سے معلوم ہوتا تو ان عورتوں کو بتا دیتیں وگرنہ حضور ﷺ سے پوچھ کر سائلہ کو اس مسئلے کا حل سمجھا دیتی تھیں۔

ازواج مطہرات کی علمی خدمات صرف خواتین کے مسائل کے ساتھ ہی خاص نہیں تھیں بلکہ حضور ﷺ کی بے شمار قولی اور فعلی سنتیں، جن کا تعلق خانگی زندگی کے ساتھ تھا ان سنتوں کو محفوظ کرنے اور امانت داری کے ساتھ ان کو امت تک منتقل کرنے کا مقدس فریضہ بھی ان خوش قسمت خواتین نے ہی ادا کیا ہے۔اس لئے امہات المومنین عورتوں کے جملہ مسائل کی بھی معلمات تھیں اور مردوں کے خانگی مسائل، خصوصاً جن کا تعلق حضور ﷺ کی سنت فعلی کے ساتھ تھا وہ بھی امت تک حضور ﷺ کی ازواج مطہرات ہی کے ذریعے پہنچے ہیں۔

ان حقائق کو پیش نظر رکھا جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات صرف امہات المومنین ہی نہیں بلکہ وہ ملت کی معلمات بھی ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کو

آدھا دین حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کی وساطت سے ہی ملا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ امت پر ان کے احسانات کی وجہ سے انہیں ساری امت کی مائیں قرار دیا گیا اور حضور ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد کسی دوسرے شخص کا ان سے نکاح حرام قرار دے دیا گیا۔

تعلیم دین کے یہ مدرسے حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی اور آپ کے انتقال کے بعد بھی علم کا نور پھیلاتے رہے۔ اکابر صحابہ کرام بھی مشکل ترین مسائل کا حل دریافت کرنے کے لئے کسی ام المومنین کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور وہاں سے انہیں مشکل ترین سوالات کے جوابات مل جاتے تھے۔ اس طرح حضور ﷺ نے تعدد زوجات کے قانون کو ایک ایسا تعلیمی ادارہ قائم کرنے کے لئے استعمال کیا جس میں ماہرین علوم اسلامیہ کی ایک جماعت علمی خدمات انجام دینے میں مصروف تھی۔

تشریعی مقاصد:

زمانہ جاہلیت میں ایسی کئی رسمیں موجود تھیں جن سے انسانی معاشرے میں بڑے سنگین مسائل پیدا ہوتے تھے۔ تباہ کن نتائج کی حامل ہونے کے باوجود اس قسم کی رسمیں لوگوں کی زندگیوں میں یوں رچ بس چکی تھیں کہ کسی انسان کے لئے ان رسموں کی مخالفت کا تصور کرنا بھی مشکل تھا۔ حضور ﷺ کے فریضہ نبوت و رسالت میں جس طرح خدا کی زمین کو بتوں سے پاک کرنے کا کام شامل تھا اسی طرح انسانی معاشرے سے تمام غلط اور نقصان دہ رسموں کا قلع قمع کرنا بھی آپ کے فرائض نبوت میں سے ایک تھا۔ ایسی رسمیں جو انسانوں کے رگ و پے میں سما چکی تھیں ان کو ختم کرنا اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک حضور ﷺ خود ان رسموں کے خلاف عمل کر کے لوگوں کے سامنے نمونہ پیش نہ کرتے۔

اس قسم کی رسموں میں سے ایک رسم کسی غیر کے بیٹے کو اپنا بیٹا بنانے کی بھی تھی۔ ایک شخص کسی اجنبی کے بیٹے کو کہہ دیتا کہ تو میرا بیٹا ہے۔ اس قول سے وہ اس کا بیٹا قرار پاتا اور نسب، میراث، طلاق، شادی اور مصاہرت کے تمام مسائل میں اس کی حیثیت ایک حقیقی بیٹے جیسی ہو جاتی۔ اس طرح معاشرے میں بے شمار مسائل جنم لیتے۔ مستحق لوگ میراث سے محروم ہو جاتے اور ایک غیر مستحق شخص ساری جائداد کا وارث بن جاتا۔ محرمات کے سلسلہ میں یہ رسم انتہائی تباہ کن نتائج برآمد کر سکتی تھی۔ اس رسم کو ختم کرنا ضروری تھا، لیکن جو شخص صدیوں پرانی رسم کو ختم کرنے کی کوشش کرتا، اس پر ہر طرف سے طعن و تشنیع کے تیروں کی بارش برستی۔ یہ فریضہ اتنا کٹھن تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ادائیگی کے لئے حضور ﷺ کے کسی خادم کی بجائے خود آپ کو منتخب فرمایا اور آپ کو یہ قدیم رسم توڑنے کا حکم دیا۔ اس رسم کو توڑنے پر ہر طرف سے طعن و تشنیع کے تیر برسے لیکن حضور ﷺ نے ثابت قدمی اور استقلال سے سب کچھ برداشت کیا اور تنقید کرنے والوں کی تنقید کا جواب آپ کے رب کریم نے خود دیا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے حضور ﷺ کی شادی خاص طور پر اسی مقصد کے لئے ہوئی تھی۔ اس شادی کے لئے احکام حضور ﷺ کو بارگاہِ خداوندی سے وحی متلو یعنی قرآن حکیم کے ذریعے ملے تھے۔

اس کا تذکرہ سورۃ الاحزاب (۳۳:۳۷) میں ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے نکاح میں لیا جو آپ کے منہ بولے بیٹے کی مطلقہ تھیں۔ جب امتیوں کے سامنے اپنے پیارے نبی ﷺ کی سنت آ گئی تو اب اس غلط رسم کے خلاف عمل کرنے میں ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہ گئی۔ اس شادی کے ذریعے آنحضرت ﷺ نے ایک بہت بڑا سماجی مسئلہ حل کیا تھا اور ایک انتہائی اہم قانون عملاً نافذ کیا تھا۔ معروف مستشرق منٹگمری واٹ اس شادی پر تبصرہ

کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"The criticism of Muhammad, then was based on a pre-Islamic idea that was rejected by Islam, and one aim of Muhammad in contracting the marriage was to break the hold of the old idea over men's conduct. How important was this aim compared with others which he might have had?" (2)

''زینب بنت جحش سے محمد (ﷺ) کی شادی کے وقت، ان پر جو تنقید ہوئی تھی اسکی وجہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم تھی جس کو اسلام نے ختم کر دیا تھا۔ اس شادی سے محمد (ﷺ) کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ لوگوں کے رویے پر اس پرانی رسم کا جو غلبہ تھا، اس کو ختم کیا جائے۔ اس شادی کا یہ مقصد اس کے دیگر ممکنہ مقاصد کے مقابلے میں کتنا اہم تھا؟''①

اجتماعی مقاصد:

تیسری حکمت اور مقصد اجتماعی تھا جو کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے وزیر اوّل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی کرنے میں وضاحت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے اسی طرح آپ ﷺ کے وزیر ثانی عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی کرنے اور خود کو قریش کے رشتہ داری و نسب میں لانے اور ان کی متعدد عورتوں سے شادی کرنے میں ظاہر ہے اور یہ سب کچھ ان امور میں سے ہے جن کے ذریعے آپ ﷺ کا متعدد قبائل اور خاندانوں کے ساتھ مضبوط ترین رابطہ پیدا ہو گیا اور آپ ﷺ نے ان دلوں کو ایسا بنا دیا کہ وہ آپ ؑ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور دعوت ایمان اور اسلام کی سربلندی کے لیے

① محمد ایٹ مدینہ صفحہ 330 بحوالہ ضیاء النبی ۷/ ۵۳۸۔

آپ ﷺ کے ساتھ متحد ہو گئے۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنے نزدیک لوگوں میں سے سب سے زیادہ معزز اور سب سے زیادہ محبوب شخص کی بیٹی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور بے شک وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے جو سب سے پہلے اسلام لائے تھے۔ اور انہوں نے اپنی جان اور مال اللہ کے دین کی مدد اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے دفاع اور حمایت کے لیے پیش کر دیا تھا اور انہوں نے اسلام کی راہ میں شدید اذیتوں کو برداشت کیا تھا۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''ہم پر کسی کا کوئی ایسا احسان نہیں، جس کا بدلہ ہم نے نہ دیا ہو ماسوائے ابوبکر کے کیونکہ اس کا جو ہم پر احسان ہے اُس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن دے گا۔ اور جتنا نفع مجھے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال نے پہنچایا اتنا نفع مجھے کسی کے مال نے نہیں پہنچایا۔ اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا۔ خبردار! تمہارا صاحب اللہ کا خلیل ہے''①

نبی کریم ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دنیا میں اس سے بڑا اور کوئی صلہ نہ دیا کہ آپ نے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ان کی صاحبزادی کے ساتھ شادی کر لی اور اس طرح ان کے درمیان (سسرالی) رشتہ قائم ہو گیا۔ جس نے ان کی باہم دوستی اور رابطے کو مزید مستحکم کر دیا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے سیدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا سے شادی کی جو ان کے والد عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام پر مزید استحکام، صداقت، اخلاص اور راہ دین میں جانثاری کی صورت، ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنی۔ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام کے وہ بطل جلیل ہیں، جن کے

① ترمذی، ابواب المناقب، باب مناقب ابی بکر، رقم الحدیث ۳۶۶۱۔

ذریعے اللہ تعالیٰ نے اسلام اور مسلمانوں کو عزت بخشی اور مینارِ اسلام کو بلند کیا۔ آپ ﷺ کا ان سے دامادی کے رشتے سے منسلک ہو جانا ان کی راہ اسلام میں دی جانے والی قربانیوں کا بہترین صلہ تھا اور اس طرح نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور اپنے وزیر اوّل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مابین شرف و منزلت اور مصاہرت میں مساوات فرما دی۔

آنحضرت ﷺ کا ان دونوں بزرگوں کی بیٹیوں سے شادی کرنا ان کے لیے بہت بڑا اعزاز تھا بلکہ بہت بڑا صلہ اور احسان تھا۔ اس شرف کے علاوہ کسی اور اعزاز سے انہیں اپنی زندگی میں عزت دینا ممکن بھی نہ تھا۔

اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے اس اکرام کو حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹیاں بیاہ کر مساوی کر دیا۔ یہی وہ چار ہیں ۔ جو آپ ﷺ کے تعلیم یافتہ اور شاگردوں میں سے بڑے صحابی شمار ہوتے ہیں ۔ اور آپ ﷺ کی شریعت اور دعوت کو پھیلانے میں آپ ﷺ کے خلیفہ بھی تھے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا حکمت ہو سکتی ہے؟

سیاسی مقاصد:

حضور ﷺ کی شادیوں کے متعدد مقاصد میں سے ایک مقصد دشمنوں کے دل جیتنا، اسلام کے ساتھ ان کی مخالفت کو کم کرنا، قبائل کو اس رشتے کے ذریعے اپنے قریب تر کرنا اور اس طرح نورِ حق کو پھیلانے کے لئے راستہ ہموار کرنا بھی تھا۔ ہم یہاں چند مثالیں درج کرتے ہیں جن سے پتہ چلے گا کہ حضور ﷺ کی شادیوں کے ذریعے کتنے سیاسی فوائد حاصل ہوئے۔

(1) بنو مصطلق کا قبیلہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی دشمنی میں پیش پیش تھا۔ اس

قبیلے کا سردار حارث اسلام کا کٹر دشمن تھا۔ غزوہ بنو مصطلق میں اس قبیلے کو شکست ہوئی اور اس قبیلے کے متعدد لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوئے۔ ان قیدیوں میں بنو مصطلق قبیلہ کے سردار کی ایک بیٹی جویریہ بنت حارث بھی تھیں۔ انہوں نے اپنے اسیر کنندہ سے مکاتبت کا معاہدہ کیا اور زر مکاتبت ادا کرنے کی خاطر حضور ﷺ سے مدد کی درخواست کی۔ حضور ﷺ کو جب یہ پتہ چلا کہ یہ سردار قبیلہ کی بیٹی ہیں تو آپ نے ان کے سامنے یہ پیشکش کی کہ اگر انہیں منظور ہو تو آپ ان کا زر فدیہ ادا کر کے ان کے ساتھ نکاح کر لیں۔ حضرت جویریہ نے حضور ﷺ کی اس پیشکش کو قبول کر لیا۔ حضور ﷺ نے ان کا زر مکاتبت ادا کر کے ان کے ساتھ نکاح کر لیا۔ جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے حضرت جویریہ سے نکاح کر لیا ہے تو انہوں نے بنو مصطلق قبیلہ کے تمام اسیروں کو یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ یہ لوگ حضور ﷺ کے سرالی رشتہ دار ہیں ہمارے لئے مناسب نہیں کہ ان کو اپنی قید میں رکھیں۔ اس طرح آزاد ہونے والے کوئی ایک دو آدمی نہ تھے بلکہ حضرت جویریہ کی برکت سے آزادی کی نعمت تقریباً سو گھرانوں کو حاصل ہوئی۔ بنو مصطلق نے جب حضور ﷺ کی اس عالی ظرفی اور مسلمانوں کے دلوں میں موجزن حبِ رسول کے جذبے کا مشاہدہ کیا تو وہ سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔

یہ بات معمولی نہیں ہے کہ ایک شادی کی برکت سے اسلام کے ایک کٹر دشمن قبیلے نے اسلام اور پیغمبر اسلام کی دشمنی چھوڑ کر حضور ﷺ کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

فَمَا رَأَيْنَا امْرَأَةً كَانَتْ أَعْظَمَ بَرَكَةٍ عَلَى قَوْمِهَا مِنْهَا۔ ①

''ہم نے کسی عورت کو نہیں دیکھا جو اپنی قوم کے لئے اس سے زیادہ برکت کا

① سنن ابی داؤد، باب بیع المکاتب، رقم ۳۹۳۱۔

باعث بنی ہو جتنی برکت کا باعث جویریہ اپنی قوم کے لئے بنیں۔"

(2) حیی بن اخطب بھی بنو مصطلق کے سردار حارث کی طرح اسلام کا زبردست دشمن تھا۔ اس کی بیٹی صفیہ بنت حیی بن اخطب غزوۂ خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے پاس بلایا اور ان کے سامنے دو صورتیں رکھیں۔

پہلی صورت یہ تھی کہ وہ اسلام قبول کریں اور آپ انہیں آزاد کر کے اپنی زوجیت کا شرف بخشیں۔ دوسری صورت یہ تھی کہ اگر وہ یہودیت پر قائم رہنا چاہیں تو آپ انہیں آزاد کر دیں اور وہ اپنی قوم کے پاس واپس چلی جائیں۔ انہوں نے اسلام قبول کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آنا پسند کیا۔ حضرت صفیہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح اس لحاظ سے انتہائی مفید تھا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح سے پہلے یہودی مسلمانوں کے خلاف ہر جنگ میں کسی نہ کسی شکل میں شریک نظر آتے ہیں لیکن اس نکاح کے بعد اسلام کی ابتدائی تاریخ میں یہودی کسی جنگ میں مسلمانوں کے مدمقابل نظر نہیں آتے۔

(3) ابوسفیان کی اسلام دشمنی سے کون واقف نہیں۔ قوم قریش کا نشان جنگ ابوسفیان کے گھر میں رہتا تھا۔ جب یہ نشان باہر کھڑا کیا جاتا تو قوم کے ہر فرد پر آبائی ہدایات اور قومی روایات کے اتباع میں لازم ہو جاتا تھا کہ سب کے سب اس جھنڈے کے نیچے فوراً جمع ہو جائیں۔ اسلام کے خلاف اکثر جنگوں میں ابوسفیان ہی نے لشکر قریش کی قیادت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے اس کٹر دشمن کی لخت جگر ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اس رشتے کا اثر یہ ہوا کہ ابوسفیان کی اسلام دشمنی کا زور ٹوٹ گیا اور بہت جلد وہ اسلام کے جھنڈے تلے اپنی جان کی بازی لگانے کے لئے تیار کھڑا نظر آیا۔ گیا وہ نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انتہائی کامیاب سیاسی

تدبیر نہ تھی جس نے اسلام کے سب سے بڑے دشمن کو اسلام کی صفوں میں لا کھڑا کیا تھا؟

(4) ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کے نکاح پر غور کرو، ان کی ایک بہن سردار نجد کے گھر میں تھی۔ اس نکاح نے ملک نجد سے صلح اور اسلام کے پھیلانے میں بہترین نتائج پیدا کیے۔ حالانکہ قبل ازیں اہل نجد وہ تھے جنہوں نے ستر واعظان دین رضی اللہ عنہم کو اپنے ملک میں لے جا کر غداری کرتے ہوئے قتل کیا تھا اور اہل نجد ہی وہ تھے جن سے چند بار نقض امن اور فساد انگیزی کے واقعات ظہور میں آ چکے تھے۔ اس لیے ہر ایک شخص کو جو امن عامہ اور اصلاح ملک کے فوائد کا منکر نہیں اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ نکاح کس قدر بابرکت تھا۔

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیوں کے پیش منظر میں اسی طرح کے مقاصد اور حکمتیں کارفرما تھیں۔ اسلام کے نزدیک کسی عام مسلمان کی شادی کا مقصد بھی جنسی خواہشات کی تسکین تک محدود نہیں ہوتا بلکہ ہر شادی کے متعدد مقاصد ہوتے ہیں جن میں سے جنسی خواہش کی جائز اور منظم تسکین بھی ایک مقصد ہے لیکن مسلمان صرف اس ایک مقصد کے لئے شادی نہیں کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی بحیثیت افضل البشر ہونے کے، انسانی فطرت کے اس تقاضے سے مستثنیٰ نہ تھے لیکن اس مقصد کے لئے آپ کو ایک سے زیادہ بیویوں کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ اسی لئے پچاس بلکہ پچپن سال کی عمر تک، جو اس قسم کی خواہشات کے عروج کا زمانہ ہوتا ہے، آپ نے صرف ایک زوجہ محترمہ پر اکتفاء کیا۔ اس کے بعد آپ نے جو شادیاں کیں ان کے پیچھے تعلیمی، سماجی، تشریعی اور سیاسی مقاصد کارفرما تھے۔[1]

---

[1] ماخوذ از

- ضیاء النبی از پیر کرم شاہ صاحب الازھری، جلد ۷ ص ۴۷۹ تا ۴۹۰
- رحمۃ للعالمین از مولانا قاضی سلیمان منصور پوری جلد ۲ ص ۱۹۹ تا ۱۱۲
- محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت بھری شادی، مقالہ نگار الشیخ محمد علی صابونی مترجم محمد یوسف ص ۱۸ تا ۳۱۔

ایک انصاف پسند مسیحی محقق منٹگمری واٹ کا تجزیہ پیش خدمت ہے:

"The last feature to be noted about Muhammad's marriage is that he used both his own and those of the closest companions to further political ends. This was doubtless a continuation of older Arabian Practice. All Muhammad's own marriages can be seen to have a tendency to promote friendly relations in the political sphere. Khadijah brought him wealth, and the beginning of influence in Mecca politics. In the case of Sawdah, whom he married at Mecca, the Chief aim may have been to provide for the widow of a faithful Muslim, as also in the later marriage with Zaynab bint Khuzaymah; but Sawdah's husband was the brother of a man whom Muhammad perhaps wanted to keep from becoming an extreme opponent; and Zaynab's husband belonged to the clan of al-Muttalib, for which Muhammad had a special responsibility, while he was also cultivating good relations with her own tribe of Amir bin Sasaah. His first wives at Medina, Aishah and Hafsah, were the daughters of the men on whom he learned most, Abu Bakr and Umar and Umar also married Muhammad's grand-daughter, umm Kulthum bint Ali. Umm Salamah was not merely a deserving widow, but a close relative of the leading man of the Meccan clan of Makhzum. Juwayriyah was the daughter of the Chief of the tribe of al-Mustaliq, with

whom Muhammad had been having special trouble. Zaynab bint Jahsh, besides being Muhammad's cousin, was a confederate of the Meccan clan of Abd Shams, but a social motive may have outweighed the political one in her case -to demonstrate that Muhammad had broken with old taboos. Nevertheless the clan of 'Abd Shams' and Abu Sufyan b. Harb in particular, were in his thoughts, for Abu Sufyan had a Muslim daughter, umm Habibah, married to a brother of Zaynab bint Jahsh; and when the husband died in Abyssinia, Muhammad sent a messenger there to arrange a marriage with her. The marriage with Maymunah would similarly help to cement relations with her brother-in-law, Muhammad's uncle, al-Abbas. There may also have been political motives in the unions with the Jawesses, Safiyah and Rayhanah." (1)

’’محمد (ﷺ) کی شادیوں کے بارے میں جس آخری بات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ وہ اپنی اور اپنے قریبی ساتھیوں کی شادیوں کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرتے تھے۔ یہ ایک ایسی رسم تھی جو عربوں میں پہلے سے جاری تھی۔ محمد (ﷺ) کی اپنی تمام شادیوں میں سیاسی تعلقات میں اضافے کا مقصد کارفرما نظر آتا ہے۔ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے ساتھ شادی سے آپ کو دولت ملی اور مکی سیاست میں آپ کے اثر کا آغاز بھی اسی شادی سے ہوا۔ سودہ اور زینب بنت خزیمہ سے شادی کا سب سے بڑا مقصد مخلص مسلمانوں کی بیواؤں کی باوقار پناہ مہیا کرنا تھا لیکن سودہ کے خاوند کا بھائی ایک ایسا شخص تھا، جس کے متعلق محمد (ﷺ) یہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ کھل کر آپ

کے مدمقابل آجائے۔ اور زینب کے خاوند کا تعلق قبیلہ بنو مطلب سے تھا، جن کے متعلق محمد (ﷺ) کی خصوصی ذمہ داریاں تھیں، اس کے ساتھ ساتھ محمد (ﷺ) زینب کے اپنے قبیلے "عامر بن صعصعہ" کے ساتھ بھی اچھے تعلقات بنا رہے تھے۔ مدینہ میں آپ کی پہلی دو بیویاں، عائشہ اور حفصہ، ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کی صاحبزادیاں تھیں جن کے ساتھ محمد (ﷺ) کا خصوصی تعلق تھا۔ ام سلمہ، صرف ایک مستحق بیوہ ہی نہ تھیں بلکہ وہ مکی قبیلہ بنو مخزوم کے سردار کی رشتہ دار بھی تھیں۔ جویریہ قبیلہ بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں، جن کے ساتھ محمد (ﷺ) کے تعلقات خصوصی طور پر بہت خراب تھے۔ زینب بنت جحش محمد (ﷺ) کی پھوپھی زاد ہونے کے علاوہ قبیلہ بنو عبد شمس کے حلیف قبیلے کی فرد بھی تھیں، لیکن ان کے معاملے میں سماجی محرکات، سیاسی محرکات پر فوقیت لے گئے، کیونکہ اس شادی کے ذریعے محمد (ﷺ) یہ ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ آپ نے پرانی رسموں سے رشتہ توڑ لیا ہے۔ مکی قبیلہ عبد شمس اور ابوسفیان بن حرب خصوصی طور پر محمد (ﷺ) کی نظر میں تھے۔ ابوسفیان کی ایک بیٹی ام حبیبہ تھی جو مسلمان تھی اور اس کی شادی زینب بنت جحش کے ایک بھائی سے ہوئی تھی۔ ان کا خاوند جب حبشہ میں فوت ہوگیا تو محمد (ﷺ) نے ایک قاصد حبشہ اس لئے بھیجا کہ ام حبیبہ سے آپ کی شادی کے انتظامات کو آخری شکل دی جائے۔ میمونہ سے شادی بھی حضرت عباس سے آپ کے تعلقات کو مضبوط کرنے میں مدد دے سکتی تھی جو میمونہ کے برادر نسبتی اور محمد (ﷺ) کے چچا تھے۔ یہودی الاصل عورتوں صفیہ اور ریحانہ سے آپ کے تعلق کے مقاصد بھی سیاسی ہوسکتے ہیں"۔ [1]

نکاح صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا:

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش نبوت کے پانچویں سال ہوئی اور رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح چھ سال کی عمر میں جبکہ رخصتی نو سال کی عمر میں ہوئی۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے یہی کنواری تھیں جبکہ بقیہ بیوہ یا مطلقہ تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوہ یا مطلقہ ازواج مطہرات کی شرح فیصد (Percentage) 91 ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔ لہٰذا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنسی اعتبار سے حدّ اعتدال سے نکلا ہوا قرار دینا، کتنی بڑی خیانت اور ناانصافی ہے۔ اس علاقہ سے معترض شخص اپنے ضمیر کو کیونکر دبا لیتا ہے! اور اس کے لیے اپنے اندر کے انسان کو تھپک کر سُلا دینا کیسے سہل ہو جاتا ہے! اور وہ کس طرح اپنے ضمیر کی خلش مٹا لیتا ہے! یا شاید وہ اپنا ضمیر بیچ بیٹھا ہے اور ژاژ خائی پر اتر آیا ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۵۰ سے ۵۳ برس کے تھے۔ معترضین شاید عمروں کے اس تفاوت کو قابل اعتراض سمجھ رہے ہوں مگر شاید وہ بھول بیٹھے ہیں کہ اگر یہ فرق قابل گرفت ہوتا تو عرب، جو آپ کی جان کے درپے تھے، سب سے پہلے یہ اعتراض اٹھاتے۔ انہیں تو محض یہ سوجھی کہ متبنّٰی (Readopted) بیٹے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی مطلقہ، جو آپ کی پھوپھی زاد بھی تھیں، سے شادی کرنا، روایات کو توڑنا ہے۔ اس نکاح سے تو عرب میں ہلچل مچی، لیکن نکاح عائشہ پر کوئی حرف گیر نہ ہوا! اس طرف کسی کی توجہ نہیں گئی! دیکھیں ایک لڑکی کی اچھی نشو ونما ہو اور وہ بلوغت کو بھی پہنچ چکی ہو تو اس کے نکاح میں کیا رکاوٹ ہے؟ جبکہ بلوغت کے بعد دیر تک شادی نہ کرنے میں کئی ایک مسائل ہیں، جنہیں آج کے

....

① محمد ایٹ مدینہ صفحہ ۲۸۷ تا ۲۸۸ بحوالہ ضیاء النبی ۷/ ۵۳۹_۵۴۱۔

دور میں سمجھنا کچھ دشوار نہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رخصتی کے وقت گو نو برس کی تھیں، لیکن ان کا قد کاٹھ اور جسمانی صحت کسی طور پر بھی ان کے کم عمر ہونے کا غماز نہیں اس کے دو سبب ہیں:

اوّل مدینہ کا بخار

دوم بہتر نشوونما

اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ، ہجرت کے بعد کئی ایک مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ کی آب وہوا موافق نہ آئی، جس کی وجہ سے وہ بیمار پڑ گئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی انہی میں سے تھے۔ خدمت گزار بیٹی عائشہ رضی اللہ عنہا نے والدِ محترم کی تیمارداری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مگر خدا کی کرنی، کہ جب باپ صحت یاب ہوا تو خود بستر پر جا پڑیں۔ اور بخار کی حدّت اتنی تھی کہ سر کے بال جھڑ گئے۔ [1] بخار کے ساتھ جہاں ظاہری کمزوری لاحق ہوتی ہے، وہیں خون کی حدّت اور رفتار تیز ہو جاتی ہے، جس سے بلوغت کا عمل تیز ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرد علاقوں کی بانسبت گرم علاقوں کے افراد جلدی حدّ بلوغت کو پہنچ جاتے ہیں۔

دوسری وجہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خود بیان کر رہی ہیں:

''میری والدہ مجھے فربہ کرنے کی تدبیریں کرتی تھیں، تاکہ میری رخصتی کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کریں لیکن بے سود۔ پھر میں نے تازہ کھجوروں کے ساتھ ککڑی کھائی تو مناسب فربہی حاصل ہوگئی۔'' [2]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا قد کاٹھ میں بھی مناسب تھیں۔ انہی سے مروی ہے کہ عید کا دن تھا، حبشی نیزہ بازی کا کھیل پیش کر رہے تھے۔ فرماتی ہیں کہ (اچھی طرح یاد نہیں پڑتا) یا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا یا انہوں نے خود پوچھا تھا کہ تم (کھیل) دیکھنا چاہتی ہو، تو میں نے کہا کہ جی ہاں! تو انہوں نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا جبکہ میرا گال آپ

....

[1] صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب تزویج النبی عائشة، رقم الحدیث (٣٨٩٤)

[2] صحیح ابن ماجة رقم الحدیث ٣٣٢٤، صحیح ابوداؤد رقم حدیث ٣٩٠٣۔

کے گال کو چھو رہا تھا۔ آپ فرما رہے تھے: ”اے بنی ارفدہ! کھیلتے رہو۔“ حتی کہ میں تھک گئی (تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کافی ہے“؟ (تو) میں نے کہا کہ جی ہاں، آپ نے فرمایا: تب پھر چلی جاؤ۔“[1]

اس حدیث میں قابل غور الفاظ (خَدِّی عَلٰی خَدِّہٖ) میرا گال آپ کے گال کو چھو رہا تھا، کیونکہ یہ اسی وقت ممکن ہے جب عائشہ رضی اللہ عنہا قد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوں۔ لہٰذا والدین نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹی کی رخصتی پر درخواست گزار ہوئے۔[2]

غلمانیہ ذہنیت (Pedophile) اور اس کی حقیقت:

شاید ان نام نہاد محققین (Researchers) کی تحقیق کو یہاں لگام پڑ جاتی ہے۔ یا کہ شاید تعصب اپنا کام کر کے رہتا ہے! اکرم اور اڑ کی نبی پر غلمانیہ ذہنیت (Pedophile) کی تہمت لگانے والوں کے لیے غور کا مقام ہے کہ والدین کا رخصتی پر اصرار کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اصرار نہ کرنا، چہ معنیٰ دارد؟

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اس پر روشنی ڈال رہے ہیں:

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا جب نکاح ہوا تھا تو اس وقت چھ برس کی تھیں۔ اس کم سنی کی شادی کا اصل منشا نبوت اور خلافت کے درمیان تعلقات کی مضبوطی تھی۔ ایک تو خود عرب کی گرم آب و ہوا میں عورتوں کی غیر معمولی نشو ونما کی طبعی صلاحیت موجود ہے، دوسرے عام طور پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جس طرح ممتاز اشخاص کے دماغی اور ذہنی قویٰ میں ترقی کی غیر معمولی استعداد ہوتی ہے،

---

① صحیح بخاری، باب الحراب، والدرق یوم العید، رقم الحدیث ۹۵۰۔

② سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا از سید سلیمان ندوی ص ۳۱، طبع دار الابلاغ لاہور۔

اسی طرح قد وقامت میں بالیدگی کی خاص قابلیت ہوتی ہے۔اسی کو انگریزی میں ''پری کوشیس'' کہتے ہیں۔ بہرحال اس کم سنی میں رسول اللہ ﷺ کا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اپنی زوجیت میں قبول کرنا، اس بات کی صریح دلیل ہے کہ لڑکپن ہی سے ان کی نشوونما، ذکاوت، جودت ذہن اور نکتہ رسی کے آثار نمایاں تھے۔''①

جب ہم غلمانیہ ذہنیت (Pedophile) رکھنے والے شخص کی نفسیات اور اس کے افعال، جو اس کی نفسیات ہی کے عکاس ہوتے ہیں، کا مشاہدہ کرتے ہیں تو بھی آنحضرت ﷺ اس سے کوسوں دور نظر آتے ہیں کیونکہ ایسا شخص عموماً نفسیاتی طور پر بیمار ہوتا ہے۔ لچر گفتگو اس کی عادتِ ثانیہ ہوگی، اس کی مجلس (Company) بری ہو گی۔اس کی عادت بالخصوص، اس کی آنکھیں اس کی گندی ذہنیت کی چغلی کھا رہی ہوں گی حتی کہ وہ زنا جیسے معاشرتی ناسور سے بھی گریز نہیں کرے گا۔گویا ایسا شخص انسانیت کے نام پر بدنما دھبہ ہوتا ہے اور ایسے ذہنیت والے شخص کا صحت مند معاشرہ قائم کرنے میں معاون ہونا تو در کنار، اچھے معاشرے کے بگاڑ میں وہ پیش پیش ہوتا ہے۔ جبکہ نبی ﷺ خود بھی اعلیٰ اخلاق سے متصف تھے اور اپنے ماحول پر بھی اس کے دوررس اثرات مرتب کیے۔ وہ ایک صحت مند معاشرے کا قیام عمل میں لائے۔ اور اچھے معاشرے کے لوازمات کی نا صرف نشاندہی کی بلکہ انہیں عملی شکل میں پیش بھی کیا۔ ظلم، جھوٹ، زنا، سود وغیرہ کو حرام قرار دیا۔ایسا معاشرہ قائم کیا کہ جو بھی اس کارواں میں شامل ہوا، اپنی مثال آپ بنا۔ چنانچہ سیّدنا جعفر طیّار رضی اللہ عنہ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی (جو اس وقت مسیحی تھے) کو بتایا:

① سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا از سید سلیمان ندوی، ص ۲۷، طبع دار الابلاغ لاہور۔

''اے بادشاہ! ہم ایسی قوم تھے، جو جاہلیت میں مبتلا تھی ، ہم بت پوجتے ، مردار کھاتے ، بدکاریاں کرتے، قرابت داروں سے تعلق توڑتے ، ہمسایوں سے بدسلوکی کرتے اور ہمارا طاقتور کمزور کو کھا رہا تھا۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم ہی میں سے ایک رسول بھیجا، اس کی اعلیٰ نسبی، سچائی ، امانت اور پاکدامنی ہمیں پہلے ہی معلوم تھی۔ اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا اور سمجھایا کہ ہم صرف ایک اللہ کو مانیں اور اسی کی عبادت کریں اور اس کے سوا جن پتھروں اور بتوں کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے، انہیں چھوڑ دیں، اس نے ہمیں سچ بولنے، امانت ادا کرنے ،قرابت جوڑنے ، پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے اور حرام کاری وخون ریزی سے باز رہنے کا حکم دیا، اور خواہش نفس میں ملوث ہونے ، جھوٹ بولنے، یتیم کا مال کھانے اور پاک دامن عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا۔ اس نے ہمیں یہ بھی حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اس نے ہمیں نماز ، روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ اسی طرح حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے کام گنوائے ، پھر کہا: ہم نے اس پیغمبر کو سچا جانا، اس پر ایمان لائے اور اس کے لائے ہوئے دین خداوندی میں اس کی پیروی کی۔ چنانچہ ہم نے صرف اللہ کی عبادت کی، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا۔ اور جن چیزوں کو اس پیغمبر نے حرام بتایا، انہیں حرام مانا، اور جن کو حلال بتایا، انہیں حلال جانا۔ اس پر ہماری قوم بگڑ گئی، اس نے ہم پر ظلم کیا اور ہمیں ہمارے دین سے پھیرنے کے لیے فتنوں اور سزاؤں سے دوچار کیا تاکہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر بت پرستی کی طرف پلٹ جائیں۔ اور جن گندی چیزوں کو پہلے حلال سمجھتے تھے، انہیں پھر حلال سمجھنے لگیں۔ جب انہوں نے ہم پر بہت قہر و ظلم کیا، زمین تنگ کردی۔

اور ہمارے درمیان اور ہمارے دین کے درمیان رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے تو ہم نے آپ کے ملک کی راہ لی اور دوسروں پر آپ کو ترجیح دیتے ہوئے آپ کی پناہ میں رہنا پسند کیا۔“[1]

معروف مستشرق کارلائل نے لکھا ہے:

"We shall err widely if we consider this man as a common voluptuary; intent mainly on base enjoyments, may on enjoyment of any kind."[2]

”ہم بہت بڑی غلطی کریں گے اگر ہم ان صاحب (پیغمبر اسلام) کو ایک ایسا عام لذّت پسند شخص گردانیں گے، جو بنیادی طور پر گھٹیا عیش کوشی پر مائل ہو (جبکہ وہ) کسی بھی قسم کی لطف اندوزی سے گریز کرتے تھے۔“[3]

عیش کوشی ممکن ہی نہیں:

”معاندین نے یہ نظریہ عام کیا کہ ابتدا ہی سے (رسول اکرم ﷺ) مطمع نظر دنیاوی اقتدار تھا۔ اور جب یہ اقتدار میسّر آ گیا تو (نعوذ باللہ) ممکنہ دادِ عیش دی۔ یہ دعویٰ اور نظریہ ہی بنیادی طور پر بے حقیقت ہے۔ ختمی مرتب ﷺ کا دور رسالت شروع ہوا تو عمر شریف چالیس (۴۰) سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ عیش کوشی کی عمر تو چالیس (۴۰) سال سے قبل کی ہوتی ہے۔ اس عمر میں تو بدکردار افراد کے کردار میں بھی ٹھہراؤ آ جاتا ہے۔ نیک کردار پختہ ہو جاتا ہے اور اس میں کسی کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

....

① الرحیق المختوم صفحہ ۱۳۵۔۱۳۶۔

②(Thomas Carlyle; on heroes and Hero-woship, P-65)

③ بحوالہ اسلام، پیغمبرِ اسلام ﷺ اور مستشرقین مغرب کا اندازِ فکر از ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی ﷫ صفحہ ۳۳۷۔

تیرہ سالہ (۱۳) مکی دور معاندین کو بھی تاباں نظر آتا ہے۔ اس پورے دور میں ایک جانکاہ جدّ وجہد کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ہجرت کے بعد کم از کم چھ (۶) سال یعنی حدیبیہ تک بادِ مخالفت کے تند و تیز طوفان اٹھتے رہے، جنہوں نے سکون درہم برہم کر رکھا تھا۔ ایک طرف معاشرے کی تطہیر وتعمیر، دوسری جانب قلیل وسائل کے ساتھ اس معاشرے کا اندرونی اور بیرونی خطرات سے دفاع، ایسے مشاغل تھے جو ایک لمحے کی مہلت نہ دیتے تھے۔ صلح حدیبیہ ہی حیاتِ طیّبہ کا وہ سنگِ میل ہے جس کے بعد حالات پوری طرح قابو میں نظر آتے ہیں۔ اس وقت عمر شریف انسٹھ (۵۹) سال ہو چکی تھی۔ اگر کسی عیش وعشرت کا امکان ہوسکتا ہے تو اس کے بعد آخری ایام میں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ آخری ایام بھی شدید جدّ وجہد کے ایام ہیں۔ فتح خیبر، فتح مکہ، جنگ حنین، محاصرہ طائف، جعرانہ کی مصروفیات، غزوہ تبوک، کئی چھوٹی مہمات، وفود عرب، حجۃ الوداع، جیشِ اسامہ کی تیاری، یہ سب آخری چار برسوں کی مصروفیات ہیں۔ نہ جانے ان ایام میں معاندین کو عیش وعشرت کے کون سے آثار ملے جن کی بنیاد پر انہیں اس دعوے کی جرأت ہوتی ہے۔

عہدِ نبوی کے تمام راوی، ابتدائی مؤرخین ومحدّثین وسیرت نگار اس امر پر متفق ہیں کہ حضور ﷺ کی زندگی سادگی کا پیکر تھی۔ تمام گھریلو کام دستِ مبارک سے انجام پاتے تھے۔ اپنا لباس خود پیوند فرماتے۔ اپنے نعلین کی خود مرّمت کر لیتے۔ گھر میں امہات المؤمنین خود اپنے ہاتھ سے کام کرتیں۔ دخترِ دلبند کے ہاتھ چکی پیسنے سے خوں چکاں رہتے۔ رہائش گاہ تک پختہ نہ تھی۔ سخت اور کھردرے بستر پر آرام فرماتے۔ کھجور کی چھال بھرا تکیہ اور گدّا سامانِ راحت تھا۔ کھجور کی چٹائی فرشِ استراحت تھی۔ کبھی شاہانہ لباس نہ استعمال فرمایا۔ ریشم کو نہ صرف اپنی ذات بلکہ تمام مسلمان مردوں کے لیے ممنوع قرار دیا۔ اوڑھنے کے سامان میں ہمیشہ کالی کملی کا ہی تذکرہ کیا گیا۔ سفر کے

لیے صرف ایک خیمہ تھا۔ غسل خانے میں صرف ایک برتن پتھر کا اور ایک ٹب لکڑی کا تھا۔ دربارِ نبوی میں آرائش وتزیین نام کی کوئی شے نہ تھی۔ نہ تخت تھا نہ تاج۔ کچی مسجد کے ناپختہ صحن میں زمین پر یہ دربار لگتا۔ فخرِ سلاطین فرش زمین پر، کھجور کے ستون کے سہارے جلوہ فرما ہوتے۔ نہ فرش تھا نہ پردے۔ مسجد اور حجروں کی چھت کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی جو بمشکل سات فیٹ بلند ہوگی۔ ریاستی خزانے کا کوئی وجود ہی نہیں تھا تو خازن ونگران کا کیا سوال۔ دولت آتی تو صحن مسجد میں ڈھیر کر دی جاتی جو فی الفور مستحقین میں تقسیم کر دی جاتی۔ مطبخ شاہی نام کی کوئی شے نہ تھی۔ زندگی فقر وفاقے میں بسر ہوئی، ہر آنے والا دن، رزق اپنے ساتھ لے کر آتا۔ وصال ہوا تو ترکے میں ایک درہم نہ چھوڑا۔ گھر میں کھانے کے لیے بھی کچھ نہ تھا۔ ورثے میں چند تلواریں، زر ہیں، نیزے، خود، ڈھال اور چند مویشی چھوڑے۔ نہ کوئی ذاتی جائداد تھی نہ مال ودولت۔ صرف ایک نام اللہ کا تھا جو اپنے ورثا کے لیے چھوڑ گئے۔

عیش وعشرت کا ثبوت سامانِ تعیش ہوتے ہیں، جن کا حیاتِ پاک میں کوئی وجود نہیں ملتا۔ مندرجہ بالا تفصیلات کی روشنی میں سوائے فقر وبے نیازی کے کسی اور کیفیت کا تصور تک نہیں پیدا ہوتا۔ کیا یہی وہ عیش تھا جس کی خاطر اقتدار کی طلب تھی اور جسے حاصل کرنے کے لیے ساری زندگی جدوجہد کی گئی۔ اس قسم کا ہر دعوی محض کذب، افتراء، بہتان، اور تہمت تراشی ہے۔"[1]

یہ نکاح پُر حکمت تھا:

وحی الٰہی کے مطابق طے پانے والے اس نکاح میں امت کے لیے کئی ایک

---

[1] اسلام، پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور مستشرقین مغرب کا انداز فکر' از ڈاکٹر عبدالقادر جیلانی صفحہ ۳۴۷۔۳۴۹۔

بھلائیاں اور حکمتیں پنہاں تھیں۔ مثلاً یارِ غار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دیرینہ تعلقات کو مزید تقویت ملی۔ اس کے علاوہ عائشہ رضی اللہ عنہا رحلت نبی ﷺ کے پچاس برس بعد تک حیات رہیں۔ کم عمری میں صحبت نبوی میسر آئی۔ اس میں بھی ایک اہم حکمت کارفرما نظر آتی ہے۔ مولانا وحیدالدین خان صاحب رقمطراز ہیں:

"کچھ مسلمانوں کے سوال کے جواب میں میں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ دور پریس سے پہلے پیدا ہوئے۔ آپ ﷺ کی باتوں کو ریکارڈ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو کم عمر افراد منتخب کیے تاکہ وہ آپ کی زندگی میں آپ کی باتوں کو اخذ کریں اور آپ کی وفات کے بعد دیر تک اس کو انسانوں تک پہنچاتے رہیں۔ چنانچہ یہ لوگ آپ کی وفات کے بعد دیر تک آپ کے لیے زندہ ٹیپ ریکارڈ بنے رہے۔

ان دو صاحبان میں ایک ابوھریرہ رضی اللہ عنہ تھے اور ایک عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت ۲۵ سال تھی جب کہ وہ آپ کے ساتھی بنے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ۱۰ سال تھی۔ جب کہ وہ آپ کی زوجہ کی حیثیت سے آپ کے ساتھ رہنے لگیں۔ ابوھریرہ کا حافظہ بہت اچھا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کثرت سے حدیثیں یاد کر لیں۔ ان کی روایات کی تعداد ۵۳۷۴ بتائی گئی ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا غیر معمولی ذہین تھیں۔ چنانچہ انہوں نے حکمت نبوت کو اخذ کیا۔ ان کے استنباطات یا فتاویٰ فہم دین کے سلسلہ میں انتہائی اہمیت رکھتے ہیں۔"[1]

ان کے غیر معمولی حافظہ کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان سے 2210 روایات مروی ہیں اور ان کی ذہانت بھی حافظہ کی طرح غیر معمولی تھی۔ کیوں کہ صحابہ کرام کو جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا اور حل ہوتا نظر نہ آتا تو ام المومنین رضی اللہ عنہا سے

....

① ڈائری 94-1993 تاریخ ۱۵ ستمبر ۱۹۹۴ صفحہ 335۔

رجوع کرتے اور قابل توجہ امر یہ ہے کہ سائلین میں کبار وصغار صحابہ رضوان اللہ علیہا اجمعین کا کوئی فرق نہیں یعنی عمر فاروق، عثمان ذوالنورین، ابن عباس اور ابوھریرۃ رضی اللہ عنہم تک ان سے مسائل دریافت کرتے۔

اس سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کی مرویات میں سے اکثر کا تعلق انسان کی پرائیویٹ زندگی سے ہے۔ان کی روایت کردہ احادیث ہی ان کی اسلام میں اہمیت پر روشنی ڈالتی ہیں۔ نیز ان کی مرویات کی اہمیت اس طرح واضح ہوتی ہے کہ اگر ان کو ساقط کر دیا جائے تو اسلام کی پرائیویٹ زندگی کے حوالہ سے کی گئی راہنمائی تقریباً مفقود ہو جائے۔

ہم اس کا اختتام مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے اقتباس پر کرتے ہیں:

''چونکہ یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا ذکر آ گیا ہے اس لیے آگے بڑھنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ اُن اعتراضات کا جواب بھی دے دیا جائے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نکاح پر کیے جاتے ہیں۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ ۵۴۔۵۵ سال کی عمر میں ۹ سال کی ایک لڑکی سے شادی کرنا، اور ۱۸ سال کی عمر میں اسے بیوہ چھوڑ جانا، جبکہ قرآن کی رُو سے اس کا نکاح ثانی بھی کسی شخص سے نہ ہو سکتا ہو، کیا یہ (معاذ اللہ) ظلم نہیں ہے؟ اور کیا اتنے سن رسیدہ آدمی کے لیے اتنی کم سن لڑکی کا نکاح (معاذ اللہ) نفس پرستی کی تعریف میں نہیں آتا؟ اور کیا ۹ سال کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ اس میں کسی لڑکی پر ازدواجی زندگی کا بار ڈال دیا جائے؟''

دراصل اس قسم کے اعتراضات صرف اس صورت میں پیدا ہوتے ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کو ایک عام مرد اور ایک عام لڑکی کا نکاح سمجھ لیا جائے۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول تھے جن کے سپرد انسانی زندگی میں ایک

ہمہ گیر انقلاب برپا کرنا اور معاشرے کو اس انقلاب کے لیے تیار کرنا تھا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک غیر معمولی قسم کی لڑکی تھیں، جنہیں اپنی عظیم صلاحیتوں کی بنا پر اس انقلابی معاشرے کی تعمیر میں حضور ﷺ کے ساتھ مل کر اتنا بڑا کام کرنا تھا جتنا دوسری تمام ازواج مطہرات سمیت اس وقت کی کسی عورت نے نہیں کیا، بلکہ یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ دنیا کے کسی رہنما کی بیوی بھی اپنے شوہر کے کام کی تکمیل میں ایسی زبردست مددگار نہیں بنی جیسی عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی مددگار ثابت ہوئیں۔ اُن کے بچپن میں اُن کی ان صلاحیتوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ تھا۔ اسی بنا پر اپنے رسول کی معیت کے لیے ان کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔ بخاری، باب تزویج عائشہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تم کو دو دفعہ دکھایا گیا اور کہا گیا کہ یہ آپ کی بیوی ہے۔ ترمذی، ابواب المناقب میں ہے کہ جبریل رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر سبز ریشم میں لائے اور آپ ﷺ سے کہا کہ یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی بیوی ہیں۔ پس یہ انتخاب حضور ﷺ کا اپنا نہ تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ کا تھا، اور اللہ ہی کو معلوم تھا کہ ۶ سال کی اس کم سن لڑکی کو اُس کے رسول پاک ﷺ کے فیض تعلیم و تربیت سے سیراب ہو کر اسلامی معاشرے کی تعمیر میں کس قدر عظیم خدمت انجام دینی ہے۔

جو لوگ اس معاملہ میں حضور ﷺ پر نفس پرستی کا الزام لگاتے ہیں وہ خود اپنے ضمیر سے پوچھ کر بتائیں، کیا ایسا شخص نفس پرست ہو سکتا ہے جو پچیس سال کی عمر سے پچاس سال کی عمر تک صرف ایک ایسی بیوی پر قانع رہے جو عمر میں اُس سے ۱۵ برس بڑی ہو؟ جو پہلی بیوی کی وفات کے بعد ایک سن رسیدہ بیوہ سے نکاح کر لے اور چار پانچ برس تک صرف اسی پر قناعت کیے رہے؟ جو اگر نفس پرستی کی خاطر شادیاں کرنے والا ہوتا تو معاشرے میں اسے اتنی زبردست محبوبیت حاصل تھی کہ وہ جتنی اور جیسی خوبصورت

باکرہ لڑکیوں سے بیاہ کرنا چاہتا ان کے والدین اپنے لیے فخر و عزت سمجھ کر اس کے حضور پیش کرنے کے لیے تیار ہو جاتے؟ جو اس کے باوجود صرف ایک باکرہ لڑکی کے سوا بعد میں جتنی شادیاں بھی کرے بیوہ یا شوہر دیدہ (ثیبہ) عورتوں ہی سے کرے؟ حقیقت یہ ہے کہ اس نوعیت کے اعتراضات کرنے والے اپنے ذہن میں ازدواجی زندگی کا صرف شہوانی تصور ہی رکھتے ہیں۔ ان کے پست ذہن اتنی بلندی تک جا ہی نہیں سکتے کہ اس عظیم انسان کے مقاصد ازدواج کو سمجھ سکیں جو ایک اعلیٰ وارفع کام کی مصلحتیں مدنظر رکھ کر کچھ خواتین کو اپنی شریک زندگی اور شریک کار بنائے۔

رہا ظلم کا الزام، تو اس معاملہ میں بھی معترضین بس یہ ایک سادہ سی صورتِ واقعہ پیش نظر رکھتے ہیں کہ ایک سن رسیدہ آدمی نے ۹ سال کی لڑکی سے شادی کر کے ۱۸ سال کی عمر میں اسے بیوہ چھوڑ دیا، جبکہ اس کے لیے نکاح ثانی کا بھی امکان نہ تھا اور اسے ساری جوانی بیوگی کے عالم ہی میں گزارنی تھی۔ اس سطح سے بلندتر ہو کر یہ لوگ کبھی یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے، اور نہیں کرنا چاہتے کہ جس کارِ عظیم کا فائدہ خلقِ خدا کو کسی محدود زمانے کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے، اور کسی محدود علاقے میں بھی نہیں بلکہ دنیا بھر میں پہنچنے والا ہو، اس کام میں ہزاروں لاکھوں انسانوں کی جانیں اور ان کے مال کھپ جانا بھی کوئی مہنگا سودا نہیں ہے، کجا کہ صرف ایک خاتون کی جوانی اس میں کھپ جانے کو قربانی کی بجائے ظلم سے تعبیر کیا جائے۔ اور وہ جوانی بھی اگر قربان ہوئی تو صرف اس معنی میں کہ اس کو ازدواجی زندگی کے لطف سے محروم ہونا پڑا۔ اس کے ماسوا کسی اور نقصان کی وہ لوگ نشان دہی نہیں کر سکتے جو اس بلند پایہ خاتون کی ذات کو پہنچا ہو۔ لیکن دوسری طرف دیکھیے کہ گھریلو زندگی کے تمام خرخشوں اور مشغولیتوں سے فارغ ہو کر اپنی پوری بقیہ زندگی کو عورتوں اور مردوں میں اسلام اور اس کے احکام وقوانین اور اس کے اخلاق وآداب کی تعلیم دینے میں صرف کر کے اس عظیم

ہستی نے کتنی بے بہا خدمات انجام دیں۔علمِ حدیث کا جس شخص نے بھی مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے نکاح میں نہ آتیں اور آپ ﷺ سے تعلیم وتربیت پانے کا ان کو موقع نہ ملتا، تو اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام کے علم کا کتنا بڑا حصہ اُمّتِ مسلمہ تک پہنچنے سے رہ جاتا۔ان سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں ۔اور وہ صرف احادیث روایت کرنے والی ہی نہ تھیں بلکہ فقیہ اور مفسّر اور مجتہد اور مفتی بھی تھیں۔انہیں بالاتفاق مسلمان عورتوں میں سب سے زیادہ فقیہ مانا جاتا۔اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے مسائل پوچھتے تھے۔حتی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی بعض مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ان کا شمار مدینہ طیبہ کے ان چند علماء میں ہوتا تھا جن کے فتوے پر لوگوں کو اعتماد تھا۔اس بیش بہا اجتماعی فائدے کے مقابلے میں وہ تھوڑا سا ذاتی نقصان کیا حیثیت رکھتا ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جوانی میں بیوہ ہو جانے سے پہنچا۔اور تعجب تو یہ دیکھ کر ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں یہ اعتراض وہ عیسائی حضرات کرتے ہیں جن کے ہاں کسی اجتماعی مفاد کے بغیر محض بے مقصد تجرّد کی زندگی بسر کرنا راہبوں اور راہبات کے لیے صرف قابل تعریف ہی نہیں ہے بلکہ مذہبی خدمات بجالانے والوں کے لیے لازم بھی ہے۔

پھر جن لوگوں کو ۹ برس کی عمر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زفاف پر اعتراض ہے وہ نہیں جانتے کہ اسلام دینِ فطرت ہے، اور فطری حیثیت سے جب ایک لڑکی کا نشوونما اتنا اچھا ہو کہ وہ اس عمر میں جسمانی طور پر بالغ ہو چکی ہو تو اس کا شوہر کے پاس جانا بالکل جائز و معقول ہے۔صرف ایک غیر فطری اور غیر اخلاقی قانون ہی نکاح کے لیے لڑکی اور لڑکے کی ایک خاص عمر مقرر کر سکتا ہے۔کیونکہ یہ قید صرف جائز ازدواجی تعلق ہی پر پابندی عائد کرتی ہے، خارج از نکاح تعلقات زن و مرد پر کوئی پابندی نہیں لگاتی۔اور بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ ایسے قوانین بنانے والوں کو عمر نکاح سے

پہلے زنا کے ارتکاب پر کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ عملاً ان کے ہاں ۹۔۱۰ سال کی لڑکیاں اور لڑکے آزادانہ جنسی عمل کرتے ہیں، اور اس کے نتیجے میں اگر کوئی لڑکی ''کنواری ماں'' بن جائے تو ان کی ساری ہمدردیاں اسی کے ساتھ ہوتی ہیں۔ اُس وقت کوئی اعتراض نہ اُس لڑکی پر ہوتا ہے جو عمر نکاح سے پہلے ماں بنی، اور نہ اُس لڑکے پر ہوتا ہے جس نے عمر نکاح سے پہلے ایک لڑکی کو ماں بنایا۔ ایسی گھٹیا اخلاقی اقدار رکھنے والے آخر کیا منہ لے کر اسلام کے اس قانون پر اعتراض کرتے ہیں کہ جسمانی طور پر جو لڑکے اور لڑکیاں بالغ ہوں ان کا نکاح جائز ہے اور اس کے لیے کسی خاص عمر کی شرط نہیں ہے۔ شادی کے لیے قانوناً ایک عمر مقرر کر دینے کے تو معنی ہی یہ ہیں کہ اس عمر کو پہنچنے سے پہلے عقدِ حلال بہر حال نہیں ہوسکتا، خواہ فعل حرام کتنا ہی ہوتا رہے۔''[1]

وما توفیقی الا باللہ

[1] سیرت سرورِ عالم، جلد دوم صفحہ ۶۳۰۔۶۳۲۔

تعارف حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن و وجہ قیام

"حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن" ایک ایسا ادارہ جو نئے اسلام قبول کرنے والوں کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ انکے سماجی، معاشرتی اور سیاسی معاملات کو حل کرنے میں مقدور بھر کوشاں ہے اور ہر دوسرے اداروں کے قیام کی طرح حقوق الناس کے وجود میں آنے کے پیچھے بھی ایک شخص کے نشیب و فراز اور تلخ تجربات کا عمل دخل ہے ایک ایسا شخص جو 1979ء میں ایک کیتھولک مسیحی گھرانے میں پیدا ہوا اور حق کی تلاش میں جناب سلمان فارسیؓ کی مانند طویل جدوجہد کے بعد 2005ء میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اسلام کے دامن کے علاوہ کہیں پناہ نہ ملے گی اللہ ہی واحدہٗ لاشریک ہے اور قرآن وہ الہامی دستور حیات ہے۔ جو حضرت محمدؐ نبی آخرالزماں کے وسیلہ سے انسانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ اب اس پر ایمان لانا اور اس کے مطابق زندگی گزارنے میں ہی اطاعت باری تعالیٰ ہے۔ لہٰذا وقت کے ساتھ ساتھ اللہ کی راہ میں ہر مشکل گل گلزار بنتی گئی۔ قبول اسلام کے بعد بنیادی دینی تعلیم کے حصول میں درپیش مسائل نے اس نوجوان کے دل میں غم کا سمندر موجزن کر دیا۔ کوئی بھی ادارہ ایسا نہ تھا جو اس نومسلم عبدالوارث کے لیول پر یعنی ابتدائی سطح پر آ کر تعلیم دیتا۔ اس لیے وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے پاس وقت نکال کر جانا شروع ہو گیا۔ اور دہائی دی کہ پاکستان میں نومسلم بھائیوں کی پرورش کیلئے کوئی ادارہ کیوں نہیں جبکہ اسلام اسکا تقاضہ کرتا ہے اور نتیجہ میں دنیا و آخرت کی کامیابی کے وعدے کرتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ اگر ہمارے ہاں انیمل پروٹیکشن سنٹر (جانوروں کی دیکھ بھال کے ادارے) تو موجود ہیں مگر اسلام میں نئے آنے والوں کے لیے ایسا کچھ نہیں ہے۔ قطرہ قطرہ ٹپکنے والے اس نیک ارادے نے آخر یہ ممکن کر دیا کہ چند باعمل لوگ چٹان کی مانند اسکے ساتھ آ کھڑے ہوئے اسکے

خلوص نے یہ ممکن کر دکھایا کہ مسلمان بھائی اسکے دست بازو بن کر اس کی مدد کو نکلیں۔ سو بتوفیق الٰہی آج ادارہ حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن نہ صرف وجود میں آچکا ہے بلکہ اپنے مشن میں کامیابی کی طرف سرگرم عمل ہے۔

دین محمدی کی عالمگیر وسعت اور مکمل دستور حیات ہونے کے سبب سے ہر رنگ و نسل کے لوگ دائرہ اسلام کی پناہ میں سمٹتے چلے آرہے ہیں۔ الحمدللہ پوری دنیا کے ساتھ ساتھ پاکستان میں بھی بہت سے غیر مسلموں، خصوصاً عیسائیت سے تعلق رکھنے والوں نے ہر دور میں اسلام کی سچائی کو قبول کیا اور حلقہ بگوش اسلام ہوئے ہیں۔ ادارہ حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن کے قیام کا خاص مقصد نو مسلم بہن بھائیوں کی ابتدائی دینی تعلیم وتربیت کا انتظام کرنا ہے تاکہ وہ پکے اور سچے باعمل مسلمان بن کر عملی طور پر دوسروں کے لیے اور اپنے خاندان کے لیے باعث ہدایت بن سکیں۔

اس کے اہم مقاصد اور اہداف حسب ذیل ہیں جو اسے اپنی جیسی دوسری تنظیموں سے ممتاز کرتے ہیں۔

☆ اصلاحِ معاشرہ کی بنیادی سہولیات کی فراہمی اور اس سلسلے میں تمام ذرائع کا استعمال۔

☆ نومسلموں کی اسلامی تعلیم وتربیت کا اہتمام۔

☆ نومسلموں کے معاشی، سیاسی اور معاشرتی مسائل کا بہترین، پائیدار اور پر وقار حل تلاش کرنا۔

☆ غیر مسلموں اور دینی شعور سے بے بہرہ مسلمانوں کو فری دینی لٹریچر مہیا کرنا۔

☆ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی سچائی اور داعیانہ اوصاف پیدا کرنے کے

لیے تقابلی مطالعہ کورس کا اجرا۔

حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن ہر نومسلم کی نہ صرف دینی تعلیم و تربیت کر رہی ہے بلکہ اسکی اور اس کے خاندان کی کفالت کا ذمہ بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل و کرم سے مقدور بھر اُٹھا رہی ہے۔ اس لیے تمام درد دل رکھنے والے مسلمان بہن بھائیوں سے درخواست ہے کہ ہمارے ادارے کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اسلام کی طرف راغب شخص کی راہنمائی اور اس کا تعارف ادارہ ہذا سے کروائیں۔ آپ کی سرپرستی وراہنمائی میں ہم اس کی قانونی اور ہر طرح کی مدد کرنے کے لیے تیار ہیں۔ نومسلم کی مالی مدد کرنے کی بجائے آپ اسے ادارہ ہذا میں تربیت کی ترغیب دیں تاکہ وہ دین کے زیور سے آراستہ ہو سکے۔ بے جا اور بے ترتیب مالی مدد کی وجہ سے بعض نومسلموں نے صرف مالی مدد کو ہی آسان ذریعہ معاش بنالیا ہے جبکہ ان کو صرف مالی مدد کی نہیں بلکہ دینی تعلیم و تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں ہم آپ کے تعاون کے طلبگار ہیں۔

نومسلموں کی علمی و عملی بہترین کردار سازی کرنے کے لئے حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن کے دست و بازو بنیئے۔ انصار مدینہ کی مانند اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ایثار وقربانی کے جذبہ سے سرشار ہونے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

آپکی دعائیں، صدقات اور مالی تعاون درکار ہے۔

الداعی الی الخیر

عبدالوارث گل (سابقہ وارث مسیح) جنرل سیکرٹری
ادارہ حقوق الناس ویلفیئر فاؤنڈیشن لاہور
فون: 0321-4115721

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دست گیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سمجھائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

سلام اس پر کہ جس کا ذکر ہے سارے صحائف میں
سلام اس پر ہوا مجروح جو بازار طائف میں

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اس پر جو سچائی کی خاطر دکھ اٹھاتا تھا
سلام اس پر جو بھوکا رہ کے اوروں کو کھلاتا تھا

سلام اس پر کہ جس کی سادگی درس بصیرت ہے
سلام اس پر کہ جس کی ذات فخر آدمیت ہے

سلام اس پر کہ جس نے فضل کے موتی بکھیرے ہیں
سلام اس پر کہ بروں کو جس نے فرمایا کہ میرے ہیں